اہل تشیع کے عقائد و اعمال کے رد و اصلاح
میں تین علمی و تحقیقی رسائل

امام احمد رضا
اور
شیعہ مذہب



بزم عاشقان مصطفیٰ ﷺ لاہور

اہل تشیع کے عقائد و اعمال کے رد و اصلاح میں تین علمی و تحقیقی رسائل

رَدُّ الرَّفضَہ   اَلاَدِلَّۃُ الطَّاعِنَہ

اَعَالِی الاُفادۃ

امام احمد رضا اور شیعہ مذہب

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بزمِ عاشقانِ مصطفیٰ لاہور

صَلَّى اللّٰہُ عَلَى النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَآلِہٖ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ
صَلٰوۃً وَّسَلَامًا عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (ﷺ)

سلسلہ اشاعت نمبر ۷۹

8156

اسمائے کتب --------- ۱-رَدُّ الرَّفَضَہ ۲-اَلْاَدِلَّۃُ الطَّاعِنَۃ
۳- اَعَالِیُ الْاَفَادَۃِ
موضوع --------- شیعوں کے عقائد و اعمال کا تحقیقی جائزہ
تصانیف --------- اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت محمد احمد رضا خان قادری رحمۃ الباری
ترجمہ و تحشیہ --------- مفتی ظہور احمد جلالی
تاریخ اشاعت --------- ۳ ذیقعد ۱۴۲۳ھ مطابق ۷ جنوری ۲۰۰۳ء
طابع --------- اشتیاق احمد مشتاق پرنٹرز لاہور
صفحات --------- ۱۱۲
تعداد --------- گیارہ صد
ناشر --------- بزمِ عاشقانِ مصطفیٰ لاہور
ہدیہ --------- دعائے خیر بحق اراکین و معاونین

نوٹ : شائقین مطالعہ ۲۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کر سکتے ہیں۔

ملنے کا پتا

بزمِ عاشقانِ مصطفیٰ

مکان نمبر ۲۵ گلی نمبر ۳۲ زبیر سٹریٹ فلیمنگ روڈ لاہور

فہرست

تقدیم

اجمالی فہرست

تقدیم

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ اور شیعہ

پاسبانِ مسلک اہلِ سنّت امام احمد رضا بریلوی نے دیگر فرقِ باطلہ کی طرح شیعہ کا بھی سخت ردّ فرمایا۔ شیعہ عام طور پر دو گروہ ہیں: ایک وہ جو خُلَفَاءِ ثَلَاثَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خلیفہ برحق مانتا ہے، لیکن حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ان سب سے افضل جانتا ہے، یہ تفضیلیہ ہیں۔ دوسرا گروہ معاذ اللہ اُخْلَفَاءِ ثَلَاثَہ کو خلیفہ برحق نہیں مانتا، انہیں غاصب قرار دیتا ہے اور خلیفہ بلا فصل حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مانتا ہے۔ دیگر صحابہ خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتا ہے۔ ابوطالب کے بارے میں اصرار رکھتا ہے کہ وہ ایمان لے آئے تھے۔

امام احمد رضا بریلوی نے ردِّ شیعہ میں متعدد رسائل لکھے، جن میں سے چند یہ ہیں:

① رَدُّ الرَّفَضَہ (۱۳۲۰ھ) — (روافضِ زمانہ کا ردّ، نہ سُنّی ان کا وارث نہ ان سے نکاح)

② اَلْاَدِلَّۃُ الطَّاعِنَۃُ فِی اَذَانِ الْمَلَاعِنَہ (۱۳۰۶ھ) — (روافض کی اذان میں کلمہ "خلیفہ بلا فصل" کا شدید ردّ)

③ اَعَالِی الْاِفَادَۃِ فِی تَعْزِیَۃِ الْھِنْدِ وَبَیَانُ الشَّھَادَۃِ (۱۳۲۱ھ) — (تعزیہ داری اور شہادت نامہ کا حکم)

④ جَزَاءُ اللّٰہِ عَدُوَّہٗ بِاِبَائِہٖ خَتْمَ النُّبُوَّۃِ (۱۳۱۷ھ) — (مرزائیوں کی طرح روافض کا بھی ردّ)

● مناقب خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

⑤ غَایَةُ التَّحقِیقِ فِی اِمَامَةِ العَلِیِّ وَالصِّدِّیقِ (پہلے خلیفۂ برحق کی تحقیق)

⑥ اَلْکَلَامُ الْبَهِی فِی تَشْبِیهِ الصِّدِّیقِ بِالنَّبِیِّ (۱۲۹۷ھ) حضرت صدیق اکبر کی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے مشابہتیں)

⑦ اَلزُّلَالُ الْاَنْقٰی مِنْ بَحْرِ سَبْقَةِ الْاَتْقٰی (عربی) (۱۳۰۱ھ) (آیۂ کریمہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقٰکُمْ کی تفسیر اور مناقب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

⑧ مَطْلَعُ الْقَمَرَیْنِ فِی اِبَانَةِ سَبْقَةِ الْعُمَرَیْنِ (۱۲۹۷ھ) (شیخین کریمین کی افضلیت پر مبسوط کتاب)

⑨ وَجْهُ الْمَشُوق بِجَلْوَةِ اسماء الصِّدِّیقِ وَالْفَارُوق (۱۲۹۷ھ) (شیخین کریمین کے وہ اسماء مبارکہ جو احادیث میں وارد ہیں)

⑩ جَمْعُ الْقُرْاٰن وَبِمَ عَزْوُهُ لِعُثْمَان (۱۳۲۲ھ) (قرآن کریم کیسے جمع ہوا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاص طور پر جامع القرآن کیوں کہتے ہیں؟)

● مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

⑪ اَلْبُشْرٰی الْعَاجِلَه مِنْ تُحَفٍ آجِلَة (۱۳۰۰ھ) (تفضیلیہ اور مفسقان امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رد)

⑫ عَرْشُ الْاِعْزَازِ وَالْاِکْرَام لِاَوَّلِ مُلُوْكِ الْاِسْلَام (۱۳۱۲ھ) (مناقب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۱۳) ذَبُّ الْاَهْوَاءِ الْوَاهِيَہ فِیْ بَابِ الْاَمِیْرِ مُعَاوِیَہ (۱۳۱۲ھ) (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مطاعن کا جواب)

(۱۴) اَعْلَامُ الصَّحَابَۃِ الْمُوَافِقِیْن لِلْاَمِیْرِ مُعَاوِیَۃَ وَاُمِّ الْمُؤْمِنِیْن (۱۳۱۲ھ) (حضرت امّ المؤمنین عائشہ صدیقہ اور امیر معاویہ کے ساتھ کون سے صحابہ تھے)

(۱۵) اَلْاَحَادِیْثُ الرَّاوِیَہ لِمَدْحِ الْاَمِیْرِ مُعَاوِیَہ (۱۳۱۳ھ) (امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کی احادیث)

● ردِّ تفضیلیہ:

(۱۶) اَلْجَرْحُ الْوَالِجُ فِیْ بَطْنِ الْخَوَارِج (۱۳۰۵ھ) (تفضیلیہ اور مفسّقہ کا ردّ)

(۱۷) اَلصَّمْصَامُ الْحَیْدَرِی عَلٰی حُمْقِ الْعَیَّارِ الْمُفْتَرِی (۱۳۰۴ھ) (تفضیلیہ اور مفسّقہ کا ردّ)

(۱۸) اَلرَّائِحَۃُ الْعَنْبَرِیَّہ عَنِ الْجَمْرَۃِ الْحَیْدَرِیَّہ (۱۳۰۰ھ) (مسئلۂ تفضیل اور تفضیل من جمیع الوجوہ کا بیان)

(۱۹) لَمْعَۃُ الشَّمْعَۃ لِھُدٰی شِیْعَۃِ الشَّنْعَہ (۱۳۱۲ھ) (تفضیل وتفسیق سے متعلق سات سوالوں کا جواب)

● ابوطالب کا حکم:

(۲۰) شَرْحُ الْمَطَالِبِ فِیْ مَبْحَثِ اَبِیْ طَالِب (۱۳۱۶ھ) (ایک سوتیس کتب تفسیر وعقائد وغیرہا سے ایمان نہ لانا ثابت کیا)

ان کے علاوہ وہ رسائل اور قصائد جو سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں لکھے ہیں، وہ شیعہ وروافض کی تردید ہیں، کیونکہ شیعہ حضور

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خوش عقیدگی نہیں رکھتے، اس لیے کہ حضرت غوث اعظم فضائلِ صحابہ کے قائل ہیں۔

تفضیلیہ سے مناظرہ

۱۳۰۰ھ میں بریلی، بدایوں، سنبھل اور رام پور وغیرہ کے تفضیلیہ نے باہمی مشورے سے مسئلہ تفضیل پر امام احمد رضا سے مناظرہ کا اعلان کر دیا۔ مناظرہ کے لیے مولانا محمد حسن سنبھلی مصنف تنسیق النظام نے مسند الامام وغیرہ کا انتخاب کیا۔ امام احمد رضا ان دنوں ایک نئے طبیب کے زیر علاج تھے، جس نے پہلے منضج دوائیں دیں، بعد میں جلاب آور دوائیں دینا تھیں۔ اس طبیب کی سازش سے طے ہوا کہ مسہل سے ایک دن پہلے مناظرہ کا دن مقرر کیا جائے۔ اوّل تو نقاہت کی بنا پر خود ہی مناظرہ سے انکار کر دیں گے، ورنہ طبیب منع کر دے گا۔ امام احمد رضا بریلوی نے مناظرہ کا چیلنج قبول فرمالیا۔ معالج نے بہت منع کیا لیکن آپ نے فرمایا:-

"مناظرہ کرتے ہوئے مجھے مرجانا منظور ہے اور مناظرہ سے انکار کر کے مجھے بچنا مقصود نہیں۔" [1]

اسی حالت میں تیئس۲۳ سوالات لکھ کر مولانا محمد حسن سنبھلی کے پاس بھیجدیئے انہوں نے کمال دیانت سے فرمایا کہ کوئی شخص تفضیلی عقیدہ رکھتے ہوئے انکے جوابات نہیں دے سکتا اور گاڑی پر سوار ہو کر واپس چلے گئے۔ اس واقعہ کی تفصیل فتح خیبر (۱۳۰۰ھ) میں چھپ چکی ہے۔

مولانا ظفر الدین بہاری فرماتے ہیں:-

---

[1] ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات اعلیٰ حضرت ج ۱، ص ۱۳

"اس کے بعد شرح عقائد کا حاشیہ مسمّٰی بہ نظم الفرائد تحریر فرمایا جسمیں مذہب اہل سنّت وجماعت کی حمایت وتائید کی"۔[۱]

سُنّیت اختیار کریں، ورنہ شفا نہیں

ایک دفعہ ایک امیر کبیر کی بیگم بیمار ہوئی جو سُنّی نہ تھی۔ مارہرہ شریف کے حضرت سیّد مہدی حسن میاں کی معرفت سوال کیا گیا کہ وہ صحت یاب ہوگی یا نہیں؟ امام احمد رضا بریلوی نے علم جفر کے ذریعے معلوم کر کے جواب ارسال کیا:

"سُنّیت اختیار کریں، ورنہ شفا نہیں"۔[۲]

حضرت علامہ ابوالبرکات سیّد احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ امیر انجمن حزب الاحناف لاہور نے ایک دفعہ بیان فرمایا کہ یہ واقعہ سابق نواب رام پور حامد علی خاں کی بیگم، اقبال بیگم کا ہے اور وہ شیعہ تھی اور شیعہ ہی اس دُنیا سے رخصت ہوئی۔

ایک مرتبہ علامہ ابوالحسنات قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ علم جفر کے ذریعے سوال کا جواب اِثبات میں آتا ہے یا نفی میں، لیکن یہ جواب نہیں آسکتا کہ اگر سُنّی ہوگا، تو یوں ہوگا اور شیعہ ہوگا تو یوں ہوگا۔ محمد جعفر شاہ پھلواری نے اس کی توجیہ کی کہ:

"حضرت فاضل بریلوی نے دراصل دو سوالوں کا جواب نکالا تھا:

کیا وہ اچھی ہوگی ———— جواب آیا نہیں

کیا وہ سُنّی ہوگی ———— جواب آیا نہیں

---

[۱] ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۱۳

[۲] " " " " " " " "

پھر انہوں نے دونوں کو ملا کر ایک کر دیا۔ یعنی نہ وہ اچھی ہوگی اور نہ سُنی ہوگی۔ دوسرے لفظوں میں اگر وہ سُنی ہوگی تو تندرست ہو جائے گی"[1]

یہ توجیہ تکلف سے خالی نہیں، حیدر آباد (دکن) کے ایک فاضل نے امام احمد رضا سے سوال کیا کہ ایک شخص دلاور علی، ایک کافرہ عورت کا طلب گار ہے، کیا وہ اس سے نکاح کر سکے گا؟ امام احمد رضا بریلوی نے علم جفر سے سوال کیا تو جواب آیا:

"اس سے کیسے نکاح کرے گا جبکہ وہ مشرکہ ہے اور کبھی بھی ایمان نہیں لائے گی"[2]

دو مرتبہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں پڑی، اسی جواب کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ اگر وہ عورت ایمان لے آئے تو نکاح ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

شیعہ کا حکم؟

روافض کا حکم کیا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"رافضی اگر امیر المومنین علی مرتضیٰ کو شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر فضیلت دے تو مُبتدِع ہے، جیسے فتاویٰ خلاصہ، عالمگیری وغیرہ میں ہے اور اگر شیخین یا ان میں سے ایک کی امامت کا انکار کرے تو فقہاء نے اسے کافر قرار دیا اور متکلمین نے بدعتی اور اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے لیے بدلہ کا قائل ہو (کہ اسے پہلے علم نہیں ہوتا شے واقع ہونے کے بعد علم ہوتا ہے) یا کہے کہ موجودہ قرآن ناقص ہے"

---

[1] مرید احمد چشتی: جہانِ رضا (مرکزی مجلس رضا۔ لاہور) ص ۱-۱۳۰

[2] احمد رضا بریلوی، امام: الوسائل الرضویہ للمسائل الجفریہ (مرکزی مجلس رضا لاہور) ص ۶

صحابہ یا کسی دوسرے نے اس میں تحریف کی ہے یا یہ کہ امیرالمومنین (علی مرتضٰی) یا اہل بیت میں سے کوئی امام، اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء سابقین صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم سے افضل ہے جیسے کہ ہمارے شہر کے رافضی کہتے ہیں اور ان کے اس دَور کے مُجتہد نے تصریح کی ہے، تو وہ قطعاً کافر ہے اور اس کا حکم مرتدوں والا ہے جیسے کہ فتاویٰ ظہیر یہ کے حوالے سے عالمگیری میں ہے۔"[1]

اس کے علاوہ احکام شریعت (مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی) کے درج ذیل صفحات:

۱۲۳ — ۱۲۶ — ۱۲۷ — ۱۴۶ — ۱۷۹

اور فتاویٰ رضویہ جلد ششم مطبوعہ مبارک پور (انڈیا) کے درج ذیل صفحات ملاحظہ کیے جائیں:

۲۵ — ۳۲ — ۳۵ — ۳۷ — ۹۴ — ۱۵۸ — ۱۶۹ — ۴۲۹

۴۰۰ — ۴۸۴ — ۴۸۶ — ۴۹۰ — ۵۲۷ — ۵۲۸

اسی طرح فتاویٰ رضویہ کی باقی جلدیں دیکھئے معلوم ہوجائے گا کہ امام احمد رضا بریلوی نے شیعہ اور روافض کے بارے میں کیا کیا احکام بیان کئے ہیں۔

مشہور زمانہ سلام کے چند اشعار دیکھئے ؎

یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل — ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام
وہ عمر جس کے اَعدا پہ شیدا سَقر — اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
دُرِّ منثورِ قرآں کی سِلک بہی — زوجِ دو نورِ عفت پہ لاکھوں سلام
یعنی عثمان صاحبِ قمیصِ ہدیٰ — حُلّہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام
مرتضیٰ شیرِ حق اشجع الاشجعین — ساقیٔ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین (مکتبہ ایشیق، ترکی) ص ۱۰

اَوّلیں دافعِ اہلِ رفض و خروج   چارمی رکنِ ملت پہ لاکھوں سلام
ماحئ رفض و تفضیل و نصب و خروج   حامئ دین و سنّت پہ لاکھوں سلام[1]

سبحان اللہ! کس عمدگی کے ساتھ مسلکِ اہلِ سنّت کی ترجمانی فرمائی ہے۔ بیشک اہلسنّت کا امام ہی اتنی نفیس ترجمانی کرسکتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے ردیف باء میں ۲۱۶ اشعار پر مشتمل طویل قصیدہ کہا جس میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بڑی شرح و بسط سے بیان کئے اور آخر میں بدمذہبوں پر تُند و تیز تنقید کی ہے۔ زورِ بیان، شکوہِ الفاظ اور مطالب کی بلندی دیکھنے اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں، چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

علی سے محبت عمر سے عداوت   کہیں بھی ہوئے جمع نور و غواہب
روافض پہ واللہ قہرِ علی ہے   خوارج پہ فاروق اعظم معاتب
وہی تو محبانِ حیدر جو رکھیں   تقیے کی تہمت سَر شیرِ غالب؟[2]

شیعہ ہونے کا الزام

دین و دیانت رکھنے والے حضرات کے لیے یہ امر باعثِ حیرت ہوگا کہ اہلِ سنّت کے امام مولانا شاہ احمد رضا بریلوی پر لگائے جانے والے بے بنیاد الزامات میں سے ایک الزام یہ بھی ہے:

"وہ ایسے شیعہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے، جس نے اہلسنّت کو نقصان پہنچانے کے لیے بطورِ تقیہ، سُنّی ہونا ظاہر کیا تھا۔"[3]

پندرھویں صدی کا یہ عظیم ترین جھوٹ بولتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ کیا

---

[1] امام احمد رضا بریلوی: حدائقِ بخشش (مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی) ج ۲ [2] محمد محبوب علی خاں، مولانا: حدائقِ بخشش (نابھہ سٹیم پریس، نابھہ) ج ۳ ص ۲۶ [3] ظہیر: البریلویۃ ص ۲۱۔

ساری دُنیا اندھی ہوگئی ہے جیسے امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف کا مطالعہ کرنے کا موقع نہیں ملے گا جو شخص فتاوٰی رضویہ اور دیگر بلند پایہ علمی تصانیف کا مطالعہ کرے گا، وہ آپ کی صداقت اور دیانت کے بارے میں کیا رائے قائم کرے گا؟ کیا قیامت کے دن، واحد قہار کی بارگاہ میں جواب دہی کا یقین بالکل ہی جاتا رہا ہے؟ یا روزِ قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں ہے۔

اس دعوے پر جو دلائل پیش کئے گئے ہیں، وہ اس قدر بے وزن اور غیر معقول ہیں کہ دلائل کہلانے کے قابل ہی نہیں، ذیل میں ان کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

الزام نمبر ۱: ان کے آباؤ اجداد کے نام شیعوں والے ہیں ایسے نام اہل سنت میں رائج نہ تھے اور وہ یہ ہیں:

"احمد رضا، ابن نقی علی، ابن رضا علی، ابن کاظم علی"۔[۱]

"نواب صدیق حسن خان کے والد کا نام حسن، دادا کا نام علی الحسینی، بیٹے کا نام میر علی خان اور میر نور الحسن خان"۔[۲]

غیر مقلدین کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی ہیں، مدراس کے مولوی صاحب کا نام محمد باقر ہے۔ قنوج کے مولوی کا نام ہے رستم علی ابن علی اصغر، ایک دوسرے مولوی کا نام غلام حسنین ابن مولوی حسین علی۔ ان لوگوں کا تذکرہ نواب بھوپالی کی کتاب ابجد العلوم کی تیسری جلد میں کیا گیا ہے۔ اہلحدیث کے جریدے اشاعۃ السنّۃ کے ایڈیٹر کا نام محمد حسین بٹالوی ہے کیا یہ سب شیعہ ہیں؟

الزام نمبر ۲: بریلوی نے امّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ

---

۱ ظہیر: البریلویۃ ص ۲۱ ۲ ایضاً۔

تعالیٰ عنہا کے بارے میں ایسے کلمات کہے کہ انہیں سُنی کبھی زبان پر نہیں لا سکتا۔[1]

اللّٰھم سُبحٰنک ھٰذا بہتان عظیم۔

حدائق بخشش حصہ سوم امام احمد رضا بریلوی کا نعتیہ دیوان دو حصّوں پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں مرتب اور شائع ہوا۔ ماہِ صفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء کو آپ کا وصال ہوا، وصال کے دو سال بعد ذوالحجہ ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء میں مولانا محمد محبوب علی قادری لکھنوی نے آپ کا کلام متفرق مقامات سے حاصل کر کے حدائق بخشش حصّہ سوم کے نام سے شائع کر دیا۔ انہوں نے مسوّدہ نابھہ سٹیم پریس، نابھہ کے سپرد کر دیا، پریس والوں نے کتابت کروائی اور کتاب چھاپ دی۔

کاتب بد مذہب تھا، اُس نے دانستہ یا نادانستہ چند ایسے اشعار امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مدح کے قصیدے میں شامل کر دیئے جو امّ زرع وغیرہ مشرکہ عورتوں کے بارے میں تھے، ان عورتوں کا ذکر حدیث کی کتابوں مسلم شریف، ترمذی شریف اور نسائی شریف وغیرہ میں موجود ہے۔

مولانا محمد محبوب علی خاں سے چند ایک تسامح ہوئے:

(۱) چھپائی سے پہلے انہوں نے اپنی مصروفیات اور پریس والوں پر اعتماد کر کے چھپنے سے پہلے کتابت کو چیک نہ کیا۔

(۲) کتاب کا نام "حدائق بخشش" حصہ سوم رکھ دیا، حالانکہ انہیں چاہیے تھا کہ "باقیاتِ رضا" یا اسی قسم کا کوئی دوسرا نام رکھتے۔

(۳) ٹائیٹل پیج پر کتاب کے نام کے ساتھ ۱۳۲۵ھ بھی لکھ دیا، حالانکہ

---

[1] ظہیر: البریلویۃ ص ۲۱۔

یہ سن پہلے دو حصّوں کی ترتیب کا تھا جو مصنّف کے سامنے ہی چھپ چکے تھے۔ تیسرا حصّہ تو ۱۳۴۲ھ میں مرتب ہو کر شائع ہوا۔ اسی لیے ٹائٹل پیج پر امام احمد رضا بریلوی کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھا ہوا ہے۔ اگر ان کی زندگی اور ۱۳۲۵ھ میں یہ کتاب چھپتی تو ایسے دعائیہ کلمات ہرگز نہ درج ہوتے۔

(۴) یہ مجموعہ مرتب کر کے امام احمد رضا بریلوی کے صاحبزادے مولانا مصطفیٰ رضا خاں یا بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں کو دکھائے اور منظوری حاصل کئے بغیر چھاپ دیا۔

(۵) کتاب چھپنے کے بعد جیسے ہی صورتِ حال سامنے آئی تھی، اس غلطی کی تصحیح کا اعلان کر دیتے تو صورتِ حال اتنی سنگین نہ ہوتی، لیکن یہ سوچ کر خاموش رہے کہ اہلِ علم خود ہی سمجھ جائیں گے کہ یہ اشعار غلط جگہ چھپ گئے ہیں اور آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائے گی۔

محدثِ اعظم ہند سید محمد محدّث کچھوچھوی کے صاحبزادے حضرت علّامہ سیّد محمد مدنی میاں فرماتے ہیں:

"مجھے محبوب الملّت (مولانا محمد محبوب علی خاں) کے خلوص سے انکار نہیں اور نہ ہی میں یہ ماننے کے لیے تیار ہوں کہ انہوں نے امام احمد رضا کی کسی قدیم رنجش کی بنا پر ایسا کیا، لیکن میں اس حقیقت کے اظہار سے بھی اپنے کو روک نہیں پا رہا ہوں کہ محبوب الملّت نے کسی سے مشورہ کئے بغیر حدائقِ بخشش میں تیسری جلد کا اضافہ کر کے اپنی زندگی کا سب سے بڑا تسامح کیا ہے۔ ایک ایسا

۱؎ محمد محبوب علی خاں، مولانا: حدائقِ بخشش (نابھہ سٹیم پریس، نابھہ) ص ۱۰

تسامح جس کی نظیر نہیں ملتی۔ ایک ایسی فاش غلطی جس کی تنہا ذمہ داری محبوب الملت پر عائد ہوتے ہوئے بھی امام احمد رضا کو مخالفین کے اتہام کی زد سے بچا نہ سکی سوچ کر بتائیے کہ اس میں امام احمد رضا کی کیا غلطی ؟ غیر شعوری ہی کیوں نہ ہو۔ آنے والا مؤرخ اس طرح کی خوش عقیدگی کو ظلم ہی سے معنون کرے گا"۔[1]

ایک عرصہ بعد دیوبندی مکتب فکر کی طرف سے پورے شدومد سے یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ مولانا محمد محبوب علی خاں نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں گستاخی کی ہے، لہٰذا انہیں بمبئی کی سُنّی جامع مسجد سے نکال دیا جائے۔

مولانا محمد محبوب علی خاں نے اسے اپنی اَنا کا مسئلہ نہیں بنایا اور وہ کچھ کیا جو ایک سچے مسلمان کا کام ہے۔ انہوں نے مختلف جرائد اور اخبارات میں اپنا توبہ نامہ شائع کرایا۔ علامہ مشتاق احمد نظامی (مصنفِ خون کے آنسو) نے ایک ہفت روزہ کے ذریعے انہیں غلطی کی طرف متوجہ کیا تھا انہیں مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> آج ۹ ذیقعدہ ۱۳۷۴ھ کو بمبئی کے ہفتہ وار اخبار میں آپ کی تحریر "حدائق بخشش" حصہ سوم کے متعلق دیکھی، جواباً پہلے فقیر حقیر اپنی غلطی اور تساہل کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور اس خطا اور غلطی کی معافی چاہتا ہے اور استغفار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ معافی بخشے۔
> آمین! (ماہنامہ سُنّی دُنیا، شمارہ ذوالحجہ ۱۳۷۴ھ ص ۱۷)[2]

اس کے باوجود مخالفین نے اطمینان کا سانس نہ لیا، بلکہ پروپیگنڈا کیا کہ یہ توبہ قابلِ قبول نہیں ہے۔ اس پر علمائے اہل سنت سے فتوے حاصل کئے گئے کہ ان کی

---

[1] شرکت حنفیہ، لاہور، انوارِ رضا ص ۲۱ [2] محمد مظہر اللہ دہلوی، مفتی: فتاویٰ مظہری (مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی) ج ۲ ص ۳۹۴۔ اور مولانا محبوب علی خان۔

توبہ یقیناً مقبول ہے کیونکہ انہوں نے یہ اشعار نہ تو اُم المومنین کے بارے میں کہے اور نہ لکھے ہیں، ان کی غلطی صرف اتنی تھی کہ کتابت کی دیکھ بھال نہ کر سکے۔ اس کی انہوں نے علی الاعلان اور بار بار توبہ کی ہے اور درِ توبہ کھلا ہوا ہے۔ پھر کسی کے یہ کہنے کا کیا جواز ہے کہ توبہ قبول نہیں۔ یہ فتاویٰ "فیصلہ مقدسہ" کے نام سے ۱۳۷۵ھ میں چھپ گئے اور تمام شور اور شر ختم ہو گیا، اس میں ایک سو انیس علماء کے فتوے اور تصدیقی دستخط ہیں۔ الحمدللہ! کہ فیصلہ مقدسہ، مرکزی مجلس رضا لاہور نے دوبارہ چھاپ دیا ہے۔ تفصیلات اس میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

مقامِ غور ہے کہ جو کتاب امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے بعد مرتب ہو کر چھپی ہو اس میں پائی جانے والی غلطی کی ذمہ داری ان پر کیسے ڈالی جا سکتی ہے؟ ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء میں بھی جب یہ ہنگامہ کھڑا کیا گیا تو تمام تر ذمہ داری مولانا محمد محبوب علی خاں مرتّب کتاب پر ڈال دی گئی تھی کسی نے بھی یہ نہ کہا کہ امام احمد رضا بریلوی نے حضرت اُمّ المومنین کی شان میں گستاخی کی ہے، لیکن آج حقائق سے منہ موڑ کر گستاخی کا الزام انہیں دیا جا رہا ہے۔

آج تک امام احمد رضا بریلوی اور ان کے ہم مسلک علماء پر یہی الزام عائد کیا جاتا تھا کہ یہ لوگ انبیاء و اولیاء کی محبّت و تعظیم میں غُلو سے کام لیتے ہیں۔ پھر یکایک یہ کایا پلٹ کیسے گئی کہ انہیں گستاخی کا مرتکب قرار دیا جا رہا ہے؟ دراصل امام احمد رضا بریلوی نے بارگاہِ خداوندی اور حضرات انبیاء و اولیاء کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا سخت علمی و قلمی محاسبہ کیا تھا، جس کا نہ تو جواب دیا جا سکا اور نہ ہی توبہ کی توفیق ہوئی، اُلٹا انہیں بے بنیاد الزام دیا جانے لگا کہ یہ گستاخی کے مرتکب ہیں۔

مولوی محمد اسماعیل دہلوی اپنے پیر و مرشد سیّد احمد (رائے بریلی) کے بارے میں کہتے ہیں کہ کمالاتِ طریقِ نبوّت اجمالاً تو ان کی فطرت میں موجود تھے۔ پھر ایک

وقت آیا کہ یہ کمالات راہِ نبوّت تفصیلاً کمال کو پہنچ گئے اور کمالات طریقِ ولایت بطریقِ احسن جلوہ گر ہو گئے۔ ان کمالات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جناب علی مرتضیٰ نے حضرت کو اپنے دستِ مبارک سے غسل دیا اور اُن کے بدن کو خوب دھویا، جیسے باپ اپنے بچوں کو مل مل کر غسل دیتے ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا نے بیش قیمت لباس اپنے ہاتھ سے انہیں پہنایا۔ پھر اسی واقعہ کے سبب کمالاتِ طریقِ نبوّت انتہائی جلوہ گر ہو گئے۔"[۱]

یہ اگرچہ خواب کا واقعہ بتایا جا رہا ہے، لیکن ہمیں یہ پوچھنے کا حق ہے کہ ایسے واقعات کا کتابوں میں درج کرنا اور پھر فارسی اور اردو میں انہیں بار بار شائع کرنا حضرت خاتونِ جنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں سوئے ادبی نہیں ہے؟ پھر کیا وجہ ہے کہ علمائے اہلِ سنّت کے توجہ دلانے کے باوجود علماء اہلِ حدیث نے اس کا تدارک نہ کیا اور نہ ہی توبہ کی۔ حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے ؎

مشکلے دارم ز دانایانِ عالم باز پرس
توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر می کنند

الزام نمبر ۳: انہوں نے ایسے عقائد و افکار کو رواج دیا جو ان سے پہلے پاک و ہند کے اہلِ سنت میں رائج نہیں تھے اور وہ تمام شیعہ سے ماخوذ ہیں جیسے انبیاء و اولیاء کے لیے علم غیب، مسئلہ علم ما کان و ما یکون اور اختیار و قدر وغیرہ۔[۲]

یہ تو آپ آئندہ ابواب میں دیکھیں گے کہ یہ عقائد قرآن و حدیث اور علماء اسلام کے اقوال سے ثابت ہیں اور وہ عقائد ہیں جو ابتدائے اسلام ہی سے چلے آئے ہیں۔ اس

---

[۱] ظہیر: البریلویۃ ص ۲۱ [۲] ایضاً۔

وقت صرف چند حوالے درج کئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ امام احمد رضا بریلوی نے قدیم سُنّی حنفی طریقے کی حمایت و حفاظت کی ہے اور دوسرے فرقوں نے سلف صالحین کے راستے سے انحراف کیا ہے۔

سیّد سلیمان ندوی جن کا میلانِ طبع اہل حدیث کی طرف تھا، بیان کرتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعد دو گروہ نمایاں ہوئے:

① علماء دیوبند اور مولانا سخاوت علی جونپوری وغیرہ اس سلسلے میں توحید خالص کے جذبہ کے ساتھ حنفیت کی تقلید کا رنگ نمایاں رہا۔

② میاں نذیر حسین دہلوی اس سلسلے میں توحیدِ خالص اور ردِّ بدعت کے ساتھ فقہ حنفی کی تقلید کی بجائے براہِ راست کتبِ حدیث سے بقدر فہم استفادہ اور اس کے مطابق عمل کا جذبہ نمایاں ہوا اور اسی سلسلے کا نام اہل حدیث مشہور ہوا۔ ان دو کے علاوہ ایک تیسرا سلسلہ بھی تھا، جس کا ذکر وہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> "تیسرا فریق وہ تھا جو شدّت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے کو اہل سنّت کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے"۔[1]

اس اقتباس سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ بریلی اور بدایوں کے علماء کسی نئے فرقے کے بانی نہ تھے، بلکہ اصلی سلفی حنفی تھے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری مدیر اہل حدیث نے ۱۹۳۷ء میں لکھا تھا:

"امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے"

---

[1] سیّد سلیمان ندوی: حیاتِ شبلی، ص ۴۶ تا ۴۶ (بحوالہ التقریب تذکرہ اکابر اہل سنّت)

اسّی سال قبل قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔"[1]

چونکہ امام احمد رضا بریلوی نے مسلکِ اہل سنّت اور مذہب حنفی کی زبردست حمایت وحفاظت کی تھی، اس لیے ان کی نسبت، اہل سنّت کے لیے نشانِ امتیاز بن گئی ہے ورنہ بریلوی کوئی نیا فرقہ نہیں ہے۔

شیخ محمد اکرام جو سر سیّد کے مکتبِ فکر سے وابستہ اور اہل سنّت وجماعت سے کھلم کھلا عناد رکھتے تھے، وہ بھی بریلوی پارٹی کے عنوان کے تحت امام احمد رضا بریلوی کے متعلق لکھ گئے:

"انہوں نے ..... نہایت شدّت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی"[2]

ہندوستان کے معروف محقق اور ادیب مالک رام جو قادیانیت اور ندویت دونوں سے متاثر ہیں، امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"جیسا کہ سب کو معلوم ہے بریلی، مولانا احمد رضا خاں مرحوم کا وطن ہے، وہ بڑے سخت گیر قسم کے قدیم الخیال عالم تھے"۔[3]

اس کے باوجود کوئی شخص حقائق کا منہ چڑانے کی کوشش کرے تو اسے کیا کہا جائے؟

ائمہ اہل سُنّت اور فضائلِ اہل بیت

الزام نمبر ۴: وہ شیعی روایات واحادیث کی روایت کرتے تھے اور انہیں اہل سنّت میں رواج دیتے تھے، مثلاً ان علیاً قسیم النّار علی مرتضیٰ (دشمنوں کو آگ تقسیم کرنے والے ہیں) نیز یہ روایت کہ فاطمہ کا نام فاطمہ اس

---

[1] ثناء اللہ امرتسری: شمع توحید (مطبوعہ سرگودھا) ص ۴۰ [2] شیخ محمد اکرام: (بقیہ برصفحہ آئندہ)

لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کی ذرّیت کو آگ سے دُور کر دیا ہے"۔[۳]

حضرت امام علامہ قاضی عیاض فرماتے ہیں:

وقد خرّج اھل الصحیح	اصحاب صحاح اور ائمہ حدیث
والائمّة ما اعلم بـه	نے وہ حدیثیں روایت کیں، جن میں
اَصحابَه صلی اللّٰه علیه وسلم	حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ممّا وعدھم من الظھور	نے اپنے صحابہ کو غیب کی خبریں دیں،
علی اعدائه (الی ان قال)	مثلاً یہ وعدہ کہ وہ دشمنوں پر غالب
وقتل علیّ وأن اشقاھا	آئیں گے اور مولیٰ علی کی شہادت
الذی یخضب ھذہ من	اور یہ کہ اُمّت کا بدبخت ترین ان
ھذہ ای لحیة من رأسه	کے سرِ مبارک کے خون سے ریش
وانه قسیم النّار یدخل	مطہر کو رنگے گا اور یہ کہ مولیٰ علی
اولیائه الجنّة واعداءہ النار[۱]	قسیم دوزخ ہیں، اپنے دوستوں

کو بہشت میں اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے"۔

کیا قاضی عیاض شیعہ تھے؟ نہیں، ہرگز نہیں، وہ اہل سُنّت کے مُسلّم بزرگ اور امام ہیں۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

کان امام وقته فی الحدیث	قاضی عیاض اپنے دَور میں حدیث

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) موجِ کوثر (طبع ہفتم ۱۹۶۶ء) ص ۰،۷ (بحوالہ التقریب مذکور)

[۳] مالک رام: نذر عرشی (مطبوعہ دہلی) ص ۱۳ (ایضاً)

[۴] ظہیر: البریلویۃ، ص ۲۲-۲۱ (حاشیہ صفحہ موجودہ) [۱] قاضی عیاض مالکی: شفاء (فاروقی کتب خانہ، ملتان) ج ۱، ص ۲۲۳۔

8156

وعلومه (الی ان قال) وکان له عنایة کثیرة به والاهتمام بجمعه وتقییده وهو من اهل الیقین فی العلم والذکاء والفطنة والفهم[1]

اور علوم حدیث کے امام تھے۔ حدیث کی طرف ان کی توجہ بہت تھی۔ حدیث کے جمع کرنے اور ضبط کا اہتمام کرتے تھے، وہ علم وفہم اور ذکاوت وفطانت میں صاحبِ یقین تھے۔

شافعیہ کے عظیم ترین عالم حضرت علامہ نووی مسلم شریف کی شرح میں اکثر وبیشتر علامہ قاضی عیاض کے حوالے بطورِ استشہاد نقل کرتے ہیں۔ اس خارجیت کا کیا کیا جائے کہ جسے محبِّ اہل بیت دیکھا اُسے رافضی اور شیعہ کا لقب دے دیا، حالانکہ اہل سُنّت کا امتیازی نشان یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام واہل بیت عظام دونوں کے ساتھ والہانہ عقیدت ومحبّت رکھتے ہیں۔ امام شافعی کو بھی اہل بیت کی محبّت پر رافضی ہونے کا الزام دیا گیا تھا۔ امام نے اس کے جواب میں فرمایا:۔

لوکان رفضا حب آل محمّد
فلیشهد الثقلان انی رافضی[2]

"اگر آلِ محمد کی محبّت رَفض ہے، تو جن وانسان گواہ ہو جائیں کہ میں رافضی ہوں۔"

یعنی یہ غلط ہے کہ اہل بیت کی محبّت رَفض ہے، رافضی تو صحابہ کرام سے عداوت

---

[1] نواب صدیق حسن خاں: ابجد العلوم ج ۳، ص ۱۴۸

[2] ابن حجر مکّی ہیتمی: الصواعق المحرقہ (مکتبة القاہرہ، مصر) ص ۳۳

رکھتے ہیں، جیسے خارجی اہل بیت کے دشمن ہیں، اہل سنّت دونوں محبّتوں کے جامع ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

اہل سُنّت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

شفا شریف کی شرح نسیم الریاض میں علّامہ خفاجی فرماتے ہیں کہ ابن اثیر نے نہایہ میں بیان کیا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

انا قسیم النار[1]

علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:

"ابن اثیر ثقہ ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو فرمایا ہے، وہ رائے سے نہیں کہا جا سکتا، لہٰذا یہ حکماً حدیث مرفوع ہے، کیونکہ اس میں اجتہاد کا دخل نہیں ہے۔"

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد حضرت شاذان فضلی نے جزء ردالشمس میں روایت کیا ہے[2]

کیا اس کے باوجود بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ شیعی روایت ہے؟

دوسری روایت کے بارے میں سنیے، حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

فقد ورد مرفوعاً انما سمیت فاطمة لان اللہ قد فطمها و ذریتها	مرفوعاً وارد ہے (یعنی یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے) کہ فاطمہ، نام اس لیے رکھا گیا کہ

---

[1] احمد شہاب الدین الخفاجی، علامہ: نسیم الریاض (مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ) ج ۳، ص ۱۶۳
[2] ایضاً [3] احمد رضا بریلوی، امام: الامن والعلیٰ (مکامیاب دار التبلیغ، لاہور) ص ۵۹

عن النّار یوم القیامۃ" اخرجہ الحافظ الدمشقی، وروی النسائی مرفوعاً انما سمیت فاطمۃ لان اللہ تعالیٰ فطمہا ومحبیہا عن النّار"[1]

اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کی اولاد کو قیامت کے دن آگ سے محفوظ کر دیا ہے۔ یہ روایت حافظ الحدیث ابن عساکر دمشقی نے بیان کی۔ امام نسائی حدیث مرفوع روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ، اس لیے نام رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کے محبین کو آگ سے محفوظ کر دیا ہے۔

اب بتایا جائے کہ اس روایت کے بیان کرنے پر صرف امام احمد رضا بریلوی کو شیعہ ہونے کا الزام دیا جائے گا یا اس الزام میں حافظ ابن عساکر دمشقی، امام نسائی اور ملّا علی قاری کو بھی شریک کیا جائے گا؟ ان حضرات کو شیعہ قرار دینے والا کیا اپنا نام خوارج کی فہرست میں داخل نہیں کرائے گا؟

الزام نمبر ۵: وہ کہتے تھے کہ اغوات یعنی مخلوق کے مددگاروں اور وہ جن سے مدد طلب کی جاتی ہے، کی ترتیب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شروع ہو کر حضرت حسن عسکری تک ہے۔ حضرت حسن عسکری شیعہ کے نزدیک بارہویں امام ہیں"[2]

یہ نقل، اصل کے بالکل خلاف ہے۔ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

"غوث اکبر و غوث ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] علی بن سلطان محمد القاری: شرح فقہ اکبر (مصطفی البابی، مصر) ص ۱۱۰

[2] ظہیر: البریلویہ، ص ۲۲

ہیں۔ صدیق اکبر حضور کے وزیرِ دستِ چپ تھے (اس سلطنت میں وزیرِ دستِ چپ وزیرِ دستِ راست سے اعلیٰ ہوتا ہے) اور فاروق اعظم وزیرِ دستِ راست۔ پھر اُمت میں سب سے پہلے درجۂ غوثیت پر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممتاز ہوئے اور وزارت امیر المومنین فاروق اعظم و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا ہوئی۔ اس کے بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر ہوئے۔

پھر مولیٰ علی کو (غوثیت عطا ہوئی) اور امامین محترمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے۔ پھر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک یہ سب مستقل غوث ہوئے۔ امام حسن عسکری کے بعد حضرت غوث اعظم تک جتنے حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے۔ ان کے بعد سیّدنا غوث اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مستقل غوث ہ‍حضور تنہا غوثیت کبریٰ کے درجے پر فائز ہوئے۔[1]

اس عبارت کے دو پیرے ہیں، الزام دینے کے لیے صرف دوسرے پیرے کا ایک حصہ نقل کرکے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کے نزدیک پہلے غوث حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آخری غوث حضرت

---

[1] محمد مصطفےٰ رضا خاں، مولانا: ملفوظات (مطبوعہ لاہور) ص ۱۱۵۔

حسن عسکری ہیں یعنی ان کے نزدیک صرف وہی شیعوں کے بارہ امام ہی غوث ہیں یہی وجہ ہے کہ حاشیہ میں بطور حوالہ صرف "ملفوظات" لکھنے پر اکتفا کیا گیا، صفحہ نمبر نہیں لکھا گیا تاکہ اصل کی طرف رجوع کرنے سے حقیقت نہ کھل جائے۔ انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے، تو معلوم ہوگا کہ امام احمد رضا نے امت میں سب سے پہلا غوث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرار دیا ہے اور آخر میں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا ہے کیا شیعہ ان حضرات کو غوث مانتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

پھر یہ کہنا کہ یہی شیعہ کے بارہ امام ہیں۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ حضرات اہل سنت کے نزدیک بھی مسلّم روحانی پیشوا ہیں۔ شیعہ سے فرق اس لحاظ سے ہے کہ اہل سنّت کے نزدیک یہ حضرات معصوم اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نظمِ مملکت کے لیے مقرر کردہ خلیفہ نہیں ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چوتھا خلیفہ مانتے ہیں، جبکہ شیعہ کا ان امور میں اختلاف ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں:

والمشائخ فی علم السرّ و	مشائخ نے علم سرّ اور تصفیۂ
تصفیۃ الباطن فان	باطن میں حضرت علی رضی اللہ
المرجع فیہ الی العترۃ	تعالیٰ عنہ سے اِستناد کیا ہے کیونکہ
الطاھرۃ[1]	اس علم کا سرچشمہ اہل بیت کرام ہیں۔

علامہ نے نہ صرف یہ قول نقل کیا ہے، بلکہ اسے برقرار رکھا ہے۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی سے سوال کیا گیا:

---

[1] سعد الدین مسعود التفتازانی، علامہ: شرح مقاصد (دار المعارف النعمانیہ لاہور) ج ۲ ص ۳۰۰

جناب فخر المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب قدس سرہٗ در تفہیماتِ الٰہیہ وغیرہ صفاتِ اربعہ کہ عصمت و حکمت و وجاہت و قطبیت باطنہ است برائے حضرات ائمہ اثناء عشر علیہم السلام ثابت کردہ اند۔[1]

"فخر المحدثین حضرتِ شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرّہٗ نے تفہیماتِ الٰہیہ وغیرہ میں عصمت، حکمت، وجاہت اور قطبیّت چار صفتیں بارہ اماموں کے لیے ثابت کی ہیں۔"

کیا یہ عقیدہ خلفائے ثلاثہ کی افضلیّت کے خلاف نہیں ہے؟

اس کے جواب میں سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی فرماتے ہیں:۔

"قطبیت باطنہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو مخصوص فرما دیتا ہے کہ فیض الٰہی اوّلاً و بالذّات ان پر نازل ہوتا ہے، پھر ان سے دوسروں کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اگرچہ بظاہر کوئی ان سے کسب فیض نہ کرے جیسے سُورج کی شعاعیں روشن دان کے ذریعے کسی گھر میں پہنچیں تو اوّلاً وہ روشندان، روشن ہوگا اور اس کے واسطہ سے گھر کی تمام چیزیں روشن ہوں گی۔ اس کو قطب ارشاد بھی کہتے ہیں، برخلافِ قطبِ مدار کے۔

خلاصہ یہ کہ از روئے تحقیق ان چار صفات کا (بارہ اماموں کے لیے) ثابت کرنا نہ مذہب اہل سنّت کے خلاف ہے (اگرچہ ظاہر بین حضرات ان الفاظ کے استعمال سے گھبرائیں گے) اور نہ شیخین کی افضلیت کے خلاف ہے جس پر تمام

---

[1] عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: فتاویٰ عزیزی فارسی (مجتبائی، دہلی) ج ا ص ۱۲۷

اہلِ حق کا اتفاق ہے۔" (ترجمہ)[1]

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نزدیک بارہ امام نہ صرف روحانی پیشوا ہیں، بلکہ عصمت، حکمت، وجاہت اور قطبیت باطنہ چاروں صفات کے حامل ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فیض اوّلاً ان پر نازل ہوتا ہے اور ان کے واسطے سے دوسروں تک پہنچتا ہے۔ کیا علّامہ تفتازانی، شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سب کے سب شیعہ ہیں؟ یا یہ فتویٰ امام احمد رضا بریلوی ہی کے لیے مختص ہے؟

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا یہ ارشاد بھی توجہ طلب ہے:

ومعنی امامت کہ در اولاد حضرت امیر باقی ماند ویکے مر دیگرے را وصی آں می ساخت ہمیں قطبیتِ ارشاد و منبعیتِ فیض ولایت بود ولہٰذا التزام ایں امر کافۂ خلائق از ائمۂ اطہار مروی نشدہ بلکہ یارانِ چیدہ و مصاحبانِ برگزیدہ خود را بآں فیض خاص مشرف می ساختند و ہر یکے را بقدر استعداد او بایں دولت می نواختند۔[2]

"حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں جو امامت باقی رہی اور ان میں سے ایک دوسرے کو وصی بناتا رہا۔ وہ یہی قطبیتِ ارشاد اور فیضِ ولایت کا منبع ہوتا تھا۔ اسی لیے ائمۂ اطہار میں سے کسی سے مروی نہیں کہ انہوں نے امامت کا تسلیم کرنا تمام انسانوں پر

---

[1] عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: فتاویٰ عزیزی فارسی (مجتبائی، دہلی) ج ۱ ص ۱۲۹

[2] ایضاً، تحفہ اثناء عشریہ، ص ۲۱۴۔

لازم قرار دیا ہو، بلکہ اپنے چیدہ چیدہ دوستوں اور منتخب مصاحبوں کو اس فیضِ خاص سے مشرف فرماتے تھے، اور ہر ایک کو اس کی اِستِعدُاد کے مطابق اس دولت سے نوازتے تھے۔"

شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کا ایک اور فرمان ملاحظہ ہو جو چشمِ بصیرت کے لیے سرمہ ثابت ہوگا:

"نیز پچھلے امام مثل حضرت سجاد و باقر و صادق و کاظم و رضا تمام اہل سنّت کے مقتدا اور پیشوا ہوئے ہیں کہ اہل سنّت کے علماء مثلاً زہری، امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے ان حضرات کی شاگردی اختیار کی ہے اور اس وقت کے صوفیاء مثلاً حضرت معروف کرخی وغیرہ نے ان حضرات سے کسبِ فیض کیا اور مشائخ طریقت نے ان حضرات کے سلسلہ کو سلسلۃ الذہب قرار دیا اور اہل سنّت کے محدّثین نے ان بزرگوں سے ہر فن خصوصاً تفسیر و سلوک میں احادیث کے دفتروں کے دفتر روایت کیے ہیں۔"[1]

اب تو اہل سنّت کے ائمۂ مجتہدین، محدثین، مفسرین اور صوفیاء کو بھی شیعہ قرار دے دیجیے کہ وہ ائمۂ اہل بیت سے ہر قسم کا استفادہ اور استناد کرتے رہے ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی تو بارہ اماموں کو غوث ہی مانتے ہیں لیکن شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی تو بارہ امام کو معصوم اور قطب ارشاد بھی مانتے ہیں اور شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی تو بارہ اماموں کی تائید کر رہے ہیں، ان کے شیعہ ہونے پر تو بہت پختہ مُہرِ ثبت ہونی چاہیے۔ شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی نے بارہ اماموں کو چار

---

[1] عبدالعزیز محدث دہلوی شاہ: تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۳۳۔

صفات، عصمت، حکمت، وجاہت اور قطبیت باطنہ کا حامل قرار دیا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ان کے معصوم ہونے کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"عصمت کے دو معنی ہیں: ① گناہ پر قادر ہونے کے باوجود اس کا صدور محال ہو اور یہ معنی باجماع اہل سنت، حضرات انبیاء اور ملائکہ علویہ کے ساتھ مخصوص ہیں ② گناہ کا صادر ہونا جائز ہے اس پر کوئی محال لازم نہیں آتا لیکن اس کے باوجود صادر نہ ہو اور اس معنی کو صوفیہ محفوظیت کہتے ہیں اور اسی معنی کے اعتبار سے صوفیہ کے کلام میں اپنے لیے عصمت کی دعا واقع ہے" (ترجمہ)[1]

الزام نمبر ۶: انہوں نے کہا کہ علی مرتضیٰ اس شخص کی بلا کو دفع کرتے ہیں اور تکلیفوں کو دور کرتے ہیں جو مشہور دعا سیفی سات بار، تین بار، یا ایک بار پڑھے اور وہ دعا یہ ہے:

نادِ علیاً مظهر العجائب، تجده عونا لك في النوائب، كل همٍّ وغمٍّ سينجلي بولايتك يا علي يا علي[2]

امام احمد رضا بریلوی نے یہ دعا ایک ایسی کتاب سے نقل کی ہے جس کی اجازتیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے اساتذۂ حدیث سے لیتے اور اپنے شاگردوں کو دیتے رہے، ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

"طرفہ تر سینے شاہ ولی اللہ صاحب کے "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ"

---

[1] عبد العزیز محدث دہلوی، شاہ: فتاویٰ عزیزی فارسی ج ۱ ص ۱۲۸

[2] ظہیر: البریلویۃ ص ۲۲ ۔

سے روشن کہ شاہ صاحب و الامناقب اور ان کے بارہ اساتذۂ علم حدیث و مشائخِ طریقت جن میں مولانا طاہر مدنی اور ان کے والد و استاذ و پیر مولانا ابراہیم کردی اور ان کے استاذ مولانا احمد قشاشی اور ان کے استاذ مولانا احمد شناوی اور شاہ صاحب کے استاذ الاستاذ مولانا احمد نخلی وغیرہم اکابر داخل ہیں کہ شاہ صاحب کے اکثر سلاسلِ حدیث انہیں علماء سے ہیں" جواہرِ خمسہ" حضرت شاہ محمد گوالیاری علیہ رحمۃ الباری وخاص "دُعائے سیفی" کی اجازتیں لیتے اور اپنے مریدین و معتقدین کو اجازت دیتے۔" [1]

اب بجائے اس کے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ان کے اساتذہ اور حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری کو مشرک، بدعتی اور شیعہ قرار دیا جاتا، اُلٹا امام احمد رضا بریلوی پر شیعہ ہونے کا الزام لگایا جارہا ہے۔ اگر دُعائے سیفی کو ماننے کی بناء پر امام احمد رضا بریلوی شیعہ قرار پاتے ہیں تو مذکورہ بالا تمام حضرات سے دست بردار ہو کر اعلان کر دیجئے کہ وہ شیعہ اور مشرکانہ عقائد کے حامل تھے، آخر یہ تفریق کیوں؟

اسی الزام میں یہ بھی کہا گیا ہے:

یہ شعر دفعِ امراض کے لیے مفید اور حصول وسیلہ و ثواب کا سبب ہے

لِیْ خَمْسَۃٌ اُطْفِیْ بِھَا حَرَّ الْوَبَاءِ الْحَاطِمَہ
اَلْمُصْطَفٰی وَالْمُرْتَضٰی وَاَبْنَاھُمَا وَالْفَاطِمَہ [2]

یہ شعر فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۸۷ کے حوالے سے نقل کیا گیا، حالانکہ

---

[1] احمد رضا خاں بریلوی، امام: الامن والعلیٰ (مطبوعہ لاہور) ص ۱۲

[2] ظہیر: البریلویۃ، ص ۲۲

اس صفحہ میں یہ شعر کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ اس شعر اور دُعائے سیفی میں اہلِ بیت کرام سے توسل کیا گیا ہے جو اُمّت مُسلمہ کا سلفاً و خلفاً معمول رہا ہے! اس کی تفصیل تو توسل کی بحث میں ملاحظہ فرمائیں۔ سرِ دست امام شافعی کا یہ شعر ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

ال النبی ذریعتی وھم، الیہ وسیلتی
ارجو بھم اُعطیٰ غداً بید الیمین صحیفتی[1]

"نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل پاک، بارگاہِ الٰہی میں میرا ذریعہ اور وسیلہ ہیں اُمید ہے کہ قیامت کے دن اُن کے وسیلے سے مجھے دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا۔"

الزام نمبر ۷: وہ علمِ جفر اور جامعہ کو مانتے ہیں، جفر وہ جلد تھی جس میں جعفر صادق نے ہر وہ چیز لکھ دی تھی جو قیامت تک ہونے والی تھی اور جس کی معرفت کی اہل بیت کو ضرورت ہو سکتی تھی، نیز جفر و جامعہ حضرت علی کی دو کتابیں ہیں جن میں انتہائے دنیا تک کے ہونے والے حوادث علم الحروف کے طریقہ پر لکھ دیتے تھے اور آپ کی اولاد میں ائمہ معروفین ان کو جانتے تھے"۔[2] (ترجمہ ملخصاً)

علمی دُنیا میں ایسی باتوں کی کیا وقعت ہے؛ علمِ جفر کی اہم ترین کتابوں میں سے ایک شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی تصنیف ہے۔ اس علم کے شروع کرنے سے پہلے چند اسماء الٰہیہ کا وِرد کیا جاتا ہے۔ خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ

---

[1] ابن حجر مکی ہیتمی: الصواعق المحرقہ، ص ۱۸۰

[2] ظہیر: البریلویۃ ص ۲۲

تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے۔ اگر حضور اجازت دیں تو اس فن کو شروع کرے، ورنہ چھوڑ دے[1] کیا جو علوم قدیم زمانے سے چلے آرہے ہوں، جن کو حضور اکرم سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے شروع کیا جاتا ہو اور جو ائمہ اہل بیت کا خصوصی علم ہو، کیا اسے جان لینے یا اس کے مان لینے سے انسان شیعہ ہو جاتا ہے ؟ ہرگز نہیں۔ اس سے پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ ائمہ اہل بیت، اہل سنّت کے محدّثین، مفسرین، فقہاء وصوفیاء کے مقتدا و پیشوا ہیں، کیا ان سب پر تشیّع کا حکم لگایا جائے گا ؟ پھر یہ بھی قابلِ غور حقیقت ہے کہ شریعتِ مبارکہ نے جن علوم سے منع نہ کیا ہو ان پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہو سکتی۔ نحو اور بلاغت کے بڑے بڑے ائمہ معتزلی ہوتے ہیں کیا ان علوم میں مہارت حاصل کرنے والا معتزلی ہو جائے گا۔

الزام نمبر ۸: انہوں نے یہ جھوٹی روایت نقل کی، اسے برقرار رکھا، اور اہل سنّت کو اس کی تلقین کی :

"رضا سے کہا گیا — جو امام ثامن اور شیعہ کے نزدیک معصوم ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھے ایک کلام تلقین فرمائیے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کیا کروں ؟ فرمایا قبر سے نزدیک ہو کر چالیس بار تکبیر کہہ، پھر عرض کر، سلام آپ پر اے اہلِ بیتِ رسالت ! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب و خواہش وسوال و حاجت کے آگے کرتا ہوں، خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطنِ کریم وظاہرِ طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں۔ ان سب جنّ وانس سے جو محمد اور آلِ محمد

---

[1] محمد مصطفیٰ رضا خاں، مفتیٔ اعظم : ملفوظات ص ۱۵۰ - ۱۴۹ -

کے دشمن ہوں۔"[1]

اس میں جھوٹ کی کیا بات ہے؟ امام احمد رضا بریلوی، حضرت علی موسیٰ رضا کا یہ فرمان خواجہ حافظی واسطی کی تصنیف فصل الخطاب اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیف جذب القلوب سے نقل فرما رہے ہیں[2]

شیخ محقق کی عظمت و ثقاہت کو نواب صدیق حسن خاں بھوپالی ان لفظوں میں خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہیں:

اعلم ان الهند لم یکن	جب سے مسلمانوں نے ہندوستان
بها علم الحدیث منذ فتحها	فتح کیا، یہاں علمِ حدیث کا
اهل الاسلام الی ان قال)	چرچا نہیں تھا، یہاں تک کہ
حتی منّ الله تعالیٰ علی الهند	اللہ تعالیٰ نے ہندوستان پر احسان
بافاضة هذا العلم علی	فرمایا اور یہ علم وہاں کے علماء کو
بعض علمائها کالشیخ	عطا فرمایا، جیسے شیخ محقق عبدالحق
عبدالحق بن سیف الدین	ابن سیف الدین ترک دہلوی
الترك الدهلوی المتوفی	(م ۱۰۵۲ھ) وغیرہ علماء اور
سنة اثنتین وخمسین	وہ اس علم کو اس خطے میں لانے
والف وامثالهم وهو	اور یہاں کے باشندوں
اول من جاء به هذا	میں بہترین طریقوں پر پھیلانے والے
الاقلیم وافاضه علی سکانه فی احسن تقویم[3]	پہلے بزرگ ہیں۔"

[1] ظہیر: البریلویۃ ص ۲۳ [2] احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (مطبوعہ مبارک پور انڈیا) ج ۴ ص ۲۹۹۔ (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

رہا یہ اعتراض کہ امام علی رضا شیعہ کے آٹھویں امام ہیں، تو اُسکا جواب یہ ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کی تصنیف تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۳۲ کے حوالہ سے اس سے پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت امام رضا اہل سنّت کے محدّثین، مفسرین، فقہاء اور صوفیاء کے مقتداء ہیں۔ علامہ ابن حجر مکّی فرماتے ہیں:

(علی الرضا) وھو ابنھم	"علی رضا" ائمۂ اہلِ بیت
ذکرا واجلھم قدرا....	میں سے جلیل القدر عظیم المرتبہ ہیں
ومن موالیہ معروف	سری سقطی کے استاذ معروف
الکرخی استاذ السری	کرخی ان کے موالی میں سے
السقطی لانہ اسلم	ہیں، کیونکہ ان کے ہاتھ پر مُشرّف
علی یدیہ۔[۱]	بَاِسلام ہوئے تھے۔

اس کے بعد امام رضا کی متعدد کرامتیں بیان کی ہیں۔ اہل بیت اور انکے ائمہ سے عداوت اہل سنّت کا نہیں، خوارج کا شیوہ ہے.... اہل سنّت وجماعت جس طرح صحابۂ کرام کے دشمنوں سے بَری ہیں، اسی طرح اہل بیت کے دشمنوں سے بھی بَری ہیں۔

الزام نمبر ۹: انہوں نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ امام حسین کے مزار کی تصویر گھر میں بطورِ تبرک رکھنا جائز ہے"۔[۲]

بے شک بے جان چیز کی تصویر اپنے پاس رکھنا اور بنانا جائز ہے اور ایسی چیزیں مُعظّمانِ دین کی طرف منسوب ہو کر تقدّس حاصل کر لیتی ہیں، کعبہ شریف

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) [۳] صدیق حسن خاں نواب: الحطۃ (اسلامی اکادمی لاہور) ص ۱۶۰-۱

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [۱] احمد بن حجر المکی الہیتمی: الصواعق المحرقۃ (مکتبۃ القاہرہ) ص ۲۰۴

[۲] ظہیر: البریلویۃ ص ۲۴

، اور روضہ مبارکہ کی تصویریں بطورِ تبرک اپنے پاس رکھنے کو کون سا مسلمان پسند نہیں کرے گا؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعل مبارک کے نقشے صدہا سال سے ائمۂ دین بناتے رہے ہیں اور ان کے فوائد و برکات میں مستقل رسالے تحریر فرماتے رہے جسے شوق ہو علامہ تلمسانی کے رسالہ فتح المتعال اور امام احمد رضا بریلوی کا رسالہ شفاء الوالہ کا مطالعہ کرے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضۂ مبارکہ کا ماڈل (تعزیہ) جو تیار کیا جاتا ہے اس کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :

"اوّل تو نفسِ تعزیہ میں روضہ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی۔ ہر جگہ نئی تراش، نئی گڑھت جسے اس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت، پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق، کسی میں بیہودہ طمطراق، پھر کوچہ بکوچہ، دشت بدشت اشاعتِ غم کے لیے اُن کا گشت اور ان کے گرد سینہ زنی اور ماتم سازی کی شورافگنی، کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے، کوئی مشغولِ طواف، کوئی سجدہ میں گرا ہوا ہے، کوئی ان مایۂ بدعات کو معاذ اللہ معاذ اللہ! جلوہ گاہ حضرت امام، علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پنّی سے مرادیں مانگتا، منتیں مانتا ہے، حاجت روا جانتا ہے ..... اب کہ تعزیہ داری اس طریقہ نا مرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے ..... روضۂ اقدس حضور سید الشہداء کی ایسی تصویر (ماڈل) بھی نہ بنائے بلکہ صرف کاغذ کے صحیح نقشے (فوٹو) پر قناعت کرے۔"[1]

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: رسالہ تعزیہ داری (مکتبہ حامدیہ لاہور) ص ۴،۳

کیا ہے کوئی شیعہ جو اس قسم کا فتویٰ دے ؟

ابوالحسن علی ندوی، اہل حدیث لکھتے ہیں :

ویحرم مرصنع الضرائح	امام حسین علیہ وعلی آبائہ
منسوبۃ الی الحسین علیه	السّلام کی طرف منسوب قبروں
وعلی آبائه السّلام التی	کے بنانے کو حرام قرار دیتے تھے
یصنعها اهل الهند	جو اہل ہند کاغذ سے بناتے ہیں
بالقرطاس ویسمونها	اور جسے تعزیہ کہتے ہیں ۔
"تعزیة" [1]	

الزام نمبر ۱۰: ان کا سلسلہ بیعت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک ائمۂ شیعہ کے ذریعے پہنچتا ہے جیسا کہ انہوں نے خود اپنی عربی عبارت میں ذکر کیا ہے :

اللّٰهم صل وبارك علی سیّدنا ومولٰنا محمّدن المصطفٰی رفیع المکان، المرتضٰی علیّ الشان، الذی رُجَیلٌ من امته خیر من الرجال السالفین و حُسینٌ من زمرته احسن من کذا وکذا حَسَنًا من السابقین، السیّد السجاد زین العابدین، باقر علوم الانبیاء والمرسلین، ساقی الکوثر ومالك تسنیم وجعفر الذی یطلب موسٰی الکلیم رضاربه بالصّلوٰة علیه [2]

---

[1] ظہیر: البریلویۃ، ص ۲۳ [2] ایضاً ۔

جن ائمہ اہل بیت کے ذریعے امام احمد رضا بریلوی کا سلسلۂ بیعت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے، ان ائمہ کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی معصوم مانتے ہیں اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی انہیں اہل سنت کے پیشوا اور مقتداء قرار دیتے ہیں جیسا کہ اس سے پہلے گذر چکا ہے۔ سید احمد بریلوی پیر و مرشد شاہ اسمٰعیل دہلوی کا سلسلۂ طریقت بھی انہی ائمہ بیت کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے[1]

اگر اسی بنا پر کسی کو شیعہ قرار دیا جا سکتا ہے، تو ماننا پڑے گا کہ شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز اور سید صاحب بھی شیعہ تھے اور ان کے دامن سے وابستہ علماء اہل حدیث بھی لازماً شیعہ ٹھہریں گے۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، پیشوائے اہل حدیث شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

مسند الوقت الشیخ الاجل[2]

نیز کہتے ہیں: "علم حدیث، تفسیر، فقہ اور اصول اور ان سے متعلق علوم صرف اسی خانوادے میں تھے۔ اس بارے میں کوئی موافق یا مخالف اختلاف نہیں کر سکتا سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ نے انصاف سے اندھا کر دیا ہو۔"[3]

عربی شجرۂ طریقت

مارہرہ شریف کے بزرگ سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت

---

[1] محمد علی سید: مخزن احمدی (مطبع مفید عام، آگرہ) ص ۱۲-۱۱

[2] صدیق حسن خاں نواب: ابجد العلوم، ج ۳، ص ۲۴۱ [3] ایضاً ص ۲۴۴ -

شاہ برکت اللہ قدس سرہ کے عرس کے موقع پر مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی تشریف فرما تھے۔ میں نے مولانا عبد المجید بدایونی کا شجرۂ عربی بصورت درود شریف دکھایا اور کہا کہ ہمارا شجرہ بھی عربی، درود شریف کی صورت میں لکھ دیجئے، وہ فرماتے ہیں:

"اُسی وقت میاں صاحب بھائی مرحوم کے قلمدان سے قلم لے کر قلم برداشتہ بغیر کوئی مسودہ کئے ہوئے ہمارے وظیفہ کی کتاب پر نہایت خوشخط اور اعلیٰ درجہ کے مرصع و مسجع صیغہ درود شریف میں شجرۂ قادریہ برکاتیہ جدیدہ تحریر فرمایا۔"[۱]

امام احمد رضا کے قلم سے لکھے ہوئے اس شجرہ کا عکس انوارِ رضا ص ۲۸ تا ۳۰ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ شجرہ مارہرہ شریف میں ۲۱ محرم بروز جمعہ ۱۳۰۶ھ کو تحریر فرمایا[۲] بلاشبہ عربی زبان پر امام احمد رضا کی دسترس کا بہترین گواہ اور عربی ادب کا شہ پارہ ہے۔ لسّانِ عربی کا ماہر اسے دیکھے تو پھڑک اُٹھے لیکن جسے اس کا مطلب ہی سمجھ نہ آئے، وہ اعتراض کے سوا کیا کر سکتا ہے؟ اور اعتراض بھی ایسے کمزور کہ جنہیں دیکھ کر اہلِ علم مسکرائے بغیر نہ رہ سکیں، لکھا ہے:

"اس عبارت سے عربی میں ان کا نابغہ اور باہر ہونا ظاہر ہو جاتا ہے، وہ شخص جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تین سال کی عمر میں عربی زبان میں گفتگو کرتا تھا۔"[۳]

جب کہ اُن کی اپنی حالت یہ ہے کہ عربی عبارت صحیح نقل بھی نہ کر سکے،

---

[۱] ظفر الدین بہاری مولانا: حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۱۳۱ [۲] شرکتِ حنفیہ، لاہور: انوارِ رضا ص ۳۰ [۳] ظہیر: البریلویۃ ص ۲۳۔

اصل عبارت یہ تھی "خَیْرٌ مِّنْ رِّجَالٍ مِّنَ السَّالِفِیْنَ" اُسے یوں نقل کر دیا "خیر من الرجال السالفین"۔ یعنی رِجَالٍ پر الف لام زیادہ کر دیا اور اس کے بعد "مِنْ" حذف کر دیا۔ رِجَالٍ پر تنوین تعظیم کے لیے تھی اس کے حذف کرنے سے اصل مفہوم برقرار نہیں رہا۔ پھر کئی جگہ قومہ (،) بے موقع اپنے پاس سے لگا دیا، مثلاً "کذا وکذا، حسنا" کے درمیان اسی طرح تسنیم اور جعفر کے درمیان اور یَطْلُبُ اور موسی الکلیم کے درمیان جعفر کے بعد قومہ ہونا چاہیے تھا، جو نہیں دیا گیا۔ اگر عبارت کا مطلب سمجھ میں آجاتا تو یہ تبدیلیاں رونما نہ ہوتیں۔

دراصل شجرۂ طریقت میں جتنے بزرگوں کے نام تھے اُن کو امام احمد رضا بریلوی نے یا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بتا دیا ہے یا کسی طور پر آپ کے وصف میں ذکر لے آئے ہیں اور اس درود شریف کا ترجمہ ملاحظہ ہو، تردّد جاتا رہے گا۔

"اے اللہ! صلوٰۃ وسلام اور برکت نازل فرما، ہمارے آقا و مولا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، منتخب بلند مرتبے والے، پسندیدہ عالیشان والے پر، جن کی امّت کا ایک چھوٹا مرد پہلے بڑے بڑے مردوں سے بہتر ہے اور جن کے گروہ کا چھوٹا سا حسین گذشتہ بڑے بڑے حسینوں سے زیادہ حسن والا ہے، سردار بہت سجدے کرنے والے عابدوں کی زینت، انبیاء و مرسلین کے علوم کے کھولنے والے، کوثر کے ساقی، تسنیم اور جعفر (جنّت کی نہر) کے مالک، وہ کہ موسیٰ کلیم علیہ السلام ان پر درود بھیج کر ان کے رب کی رضا طلب کرتے ہیں"۔

یہ تمام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف ہیں، شجرہ میں امام حسین رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کا نام بھی تھا اور حُسَین تصغیر کا صیغہ ہے، جس کا استعمال حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بے ادبی تھا اس لیے اسے انتہائی حسین اور لطیف طریقے پر لائے ہیں:

"جن کے گروہ کا چھوٹا سا حُسَین، گزشتہ بڑے بڑے حسینوں سے زیادہ حُسن والا ہے۔"

سبحان اللہ! کیا پاس ادب ہے اور کیا حُسنِ بیان! چونکہ یہ اس عبارت کا مطلب نہیں سمجھے، اس لیے بڑے بھولپن سے کہتے ہیں:

"پتا نہیں یہ کونسی ترکیب ہے اور کیسی عبارت ہے؟"

مطلب سمجھ میں آجاتا تو اس سوال کی نوبت ہی نہ آتی۔ پھر کہتے ہیں:

"باقر علوم الانبیاء کا کیا معنی ہے؟"

اتنی واضح عبارت کا معنی بھی سمجھ میں نہیں آتا، اس کے باوجود امام احمد رضا کی عربی دانی پر نکتہ چینی! گذشتہ سطور پر ترجمہ دیا جا چکا ہے اسے دیکھنے سے معنی سمجھ میں آجائے گا۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر کو باقر اسلیے کہتے ہیں:

لانه بقرالعلم ای	کہ انہوں نے علم کو کھول دیا
شقه وفتحه فعرف	اس کی اصل کو پہچانا اور اس
اصله وتمکن فیه[1]	میں ماہر ہوئے۔

"باقر علوم الانبیاء" کا معنی ہوگا، انبیاء کے علم کو کھولنے والے اور بیان فرمانے والے یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصف ہے۔ پھر کہتے ہیں:

---

[1] ابوزکریا یحییٰ ابن شرف النواوی: شرح مسلم (نور محمد کراچی) ج ۱، ص ۱۵

وما معنیٰ "بالصلوٰۃ علیہ"؟

"بالصلاۃ علیہ" کا معنیٰ کیا ہے؟

پورے جملہ کا ترجمہ دیکھئے معنیٰ سمجھ میں آجائے گا۔

"وہ کہ موسیٰ کلیم علیہ السلام ان پر درود بھیج کر ان کے رب کی رضا طلب کرتے ہیں"

الزام نمبر ۱۱: "انہوں نے پاک و ہند اور بیرونی ممالک کے اہل سنت کی تکفیر کی اور تصریح کی کہ ان کی مسجدیں، مسجدیں نہیں، ان کی ہم نشینی اور ان سے نکاح جائز نہیں، لیکن شیعہ کو اپنے فتووں کا ہدف نہیں بنایا، ان کے مراکز اور امام باڑوں کے بارے میں گفتگو نہیں کی۔ اس کے برعکس کہتے ہیں کہ شیعہ نے ایک امام باڑہ بنایا، پھر بریلوی کے پاس گئے تو انہوں نے اس کا تاریخی نام تجویز کر دیا"[۱]

یہ بالکل خلافِ حقیقت ہے کہ امام احمد رضا بریلوی نے دنیا بھر کے اہل سنت کی تکفیر کی۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ابواب میں بیان کیا جائے گا کہ انہوں نے خدا اور رسول کی بارگاہ میں گستاخی کرنے اور ضروریاتِ دین کا انکار کرنے والوں کے بارے میں حکم شریعت بیان کیا ہے۔

رہا امام باڑہ کا تاریخی نام تجویز کرنا تو وہ بھی ایک خاص لطیفہ ہے جس سے قارئین کرام لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ۱۲۸۶ھ میں جبکہ امام احمد رضا بریلوی کی عمر چودہ سال تھی، ایک صاحب نے درخواست کی کہ امام

---

[۱] ظہیر: البریلویۃ، ص ۲۴۔

باڑہ تعمیر کیا گیا ہے، اس کا تاریخی نام تجویز کر دیجئے۔ آپ نے برجستہ فرمایا:
"بدرِ رفض" (۱۲۸۶ھ) نام رکھ لیں، اُس نے کہا امام باڑہ گزشتہ
سال تیار ہو چکا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ نام میں رفض نہ آئے۔ آپ
نے فرمایا: "دارِ رفض" (۱۲۸۵ھ) رکھ لیں۔ اس نے پھر کہا اس
کی ابتداء ۱۲۸۴ھ میں ہوئی تھی۔ فرمایا: "درِ رفض" مناسب
رہے گا۔[۱]

یہ واقعہ اس امر کی دلیل ہے کہ امام احمد رضا بریلوی نے انکی خواہش کے مطابق فرمائش پوری نہیں کی اور ایسا نام تجویز کیا جو شیعہ کے لیے قابلِ قبول نہ تھا۔ حیرت ہے کہ اسی واقعہ کو ان کے شیعہ ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔

گزشتہ صفحات میں اختصار کے پیشِ نظر امام احمد رضا بریلوی کے چند رسائل کے نام پیش کیے گئے ہیں جو ردِّ شیعہ میں ہیں۔ احکامِ شریعت اور فتاویٰ رضویہ جلد ششم کے چند صفحات کی نشاندہی کی گئی ہے، جن کے دیکھنے سے معلوم ہو جائیگا کہ امام احمد رضا نے شیعہ کے رَدّ میں کیسے کیسے فتوے صادر فرمائے ہیں۔

۲۱ صفر ۱۳۳۹ھ کو قاضی فضل احمد لدھیانوی (مصنف انوارِ آفتابِ صداقت) نے ایک استفتاء بھیجا کہ ایک رافضی نے کہا ہے کہ آیہ کریمہ "اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ" کے اعداد (۱۲۰۲) ہیں اور یہی عدد ابوبکر، عمر، عثمان کے ہیں، یہ کیا بات ہے؟

---

[۱] ظفر الدین بہاری، مولانا: حیاتِ اعلیٰ حضرت ص ۱۴۱۔

اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :

"روافض لعنہم اللہ تعالیٰ کی بنائے مذہب ایسے ہی اوہام بے سروپا و پادر ہوا[1] پر ہے :

اوّلاً : ہر آیتِ عذاب کے عدد اسماءِ اخیار سے مطابقت کر سکتے ہیں اور ہر آیتِ ثواب کے عدد، اسماءِ کفار سے کہ اسماء میں وسعتِ وسیعہ ہے۔

ثانیاً : امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے تین صاحبزادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان ہیں، رافضی نے آیت کو اُدھر پھیرا ناصبی اِدھر پھیر دے گا اور دونوں ملعون ہیں۔

ثالثاً : رافضی نے اعداد غلط بتائے۔ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا، تو عدد بارہ سو ایک ہیں نہ کہ دو۔

ہاں او رافضی! بارہ سو دو عدد ہیں کا ہے کے؟ ابن سبا رافضہ (۱۲۰۲) کے۔

ہاں او رافضی! بارہ سو دو عدد ہیں اُن کے۔

ابلیس یزید ابن زیاد شیطان الطاق کلینی ابن بابویہ قمی طوسی حلی (۱۲۰۲)

ہاں او رافضی! اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شیئ۔ "بیشک جنہوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور شیعہ ہو گئے، اے نبی! تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں"۔

[1] بے بنیاد اور فضول۔

اس آیہ کریمہ کے عدد ۲۸ ۲۸ ہیں اور یہی عدد ہیں۔
روافض اثنا عشریہ شیطنیہ اسمٰعیلیہ کے (۲۸ ۲۸)
ہاں او رافضی! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لھم اللعنۃ ولھم سوء الدار

اُن کے لیے لعنت ہے اور اُن کے لیے ہے بُرا گھر
اس کے عدد ہیں ۳۴۴۶ اور یہی عدد ہیں:
"شیطان الطاق طوسی حلی" کے (۳۴۴۶) [1]

اس کے بعد متعدد آیات بیان فرمائیں جن میں اجر و ثواب کا ذکر ہے اور ان کے اعداد صحابۂ کرام کے اسماء مبارکہ کے اعداد کے برابر ہیں۔ کیا کوئی شیعہ ایسا جواب دے سکتا ہے؟ یقیناً نہیں، تو پھر یہ کہنے دیجئے کہ اہل سنّت کے ایسے امام کو کوئی خارجی ہی الزام دے سکتا ہے۔

الزام نمبر ۱۲: "انہوں نے بعض قصائد میں ائمہ شیعہ کی مدح و منقبت میں مبالغہ کیا ہے۔" [2]

اس کے لیے کسی صفحہ نمبر کا حوالہ نہیں دیا، صرف حدائقِ بخشش کا نام لکھ دیا ہے، کیونکہ اگر صفحہ نمبر لکھ دیا جاتا تو معلوم ہو جاتا کہ جن افراد کی منقبت ہے وہ اہل سنّت ہی کے مسلّم پیشوا و مقتداء ہیں، جیسا کہ اس سے پہلے شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے حوالہ سے بیان کیا جا چکا ہے۔

اہل حدیث کا خود شیعہ ہونے کا اقرار | امام احمد رضا بریلوی پر شیعہ ہونے کے الزامات بلکہ

---

[1] ظفر الدین بہاری، مولانا: حیاتِ اعلیٰ حضرت ج ۱، ص ۹-۱۴۸
[2] ظہیر: البریلویۃ ص ۲۴۔

اتہامات کا تجزیہ گزشتہ صفحات میں پیش کیا جا چکا ہے۔ الزام دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ان کا سلسلۂ بیعت ائمہ شیعہ کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ انہوں نے ائمہ شیعہ کی تعریف کی ہے۔ ان الزامات کی حقیقت اس سے پہلے منکشف ہو چکی ہے۔ اس طرزِ استدلال کے مطابق اہل حدیث کے مشہور پیشوا نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کو بھی شیعہ قرار دینا چاہیے کہ ان کا سلسلۂ نسب ہی اُن ائمہ سے وابستہ ہے جنہیں ائمۂ شیعہ کہا گیا ہے۔

نواب صاحب اپنے والد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ونسبه الاقصٰی ینتهی	ان کا بالائی سلسلۂ نسب سیدنا
الٰی سیدنا زین العابدین	زین العابدین علی اصغر ابن حسین
علی اصغر بن حسین الشهید	شہیدِ کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک
بکربلا رضی الله تعالٰی عنه[1]	پہنچتا ہے۔

میاں نذیر حسین دہلوی جو غیر مقلدین کے شیخ الکل ہیں اور جن کے بارے میں کہا جاتا ہے:

من سلالة الرسول الشریف	خاندانِ رسول میں سے سید
نذیر حسین الدهلوی[2]	نذیر حسین دہلوی۔

ان کا شجرۂ نسب حضرت حسن عسکری سے ملتا ہے اور ان کے سلسلۂ نسب میں وہ تمام حضرات موجود ہیں جنہیں شیعہ کے بارہ امام کہا گیا ہے[3]۔

---

[1] صدیق حسن خاں نواب: ابجد العلوم ج ۳، ص ۲۶۷

[2] ظہیر: البریلویۃ ص ۱۶۳

[3] فضل حسین بہاری الحیاۃ بعد المماۃ (مکتبہ شعیب کراچی) ص ۱۱-۱۰۔

اس سے بھی بڑھ کر نواب وحید الزماں کا اعتراف سُنیے، جو کتب حدیث کے مترجم اور اہل حدیث ہیں، لکھتے ہیں :

اهل الحديث هم شيعة علي يحبّون اهل بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ويتولونهم ويحفظون فيهم وصية رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذكركم الله في اهل بيتي واني تارك فيكم الثقلين كتاب الله وعترتي اهل بيتي ويقدمون قول اهل البيت في المسائل القاسية على اقوال الآخرين واهل البيت علي والحسن والحسين وفاطمة واولاد فاطمة واولاد اولادهم الى يوم القيامة[1]	اہل حدیث، شیعۂ علی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت سے محبت و موالات رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس وصیت کا پاس رکھتے ہیں کہ مَیں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں اور میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں : (۱) کتاب اللہ (۲) میری عترت اور اہل بیت۔ اور اہل حدیث قیاسی مسائل میں اہل بیت کے اقوال کو دوسروں کے اقوال پر مقدم رکھتے ہیں۔ اہل بیت یہ ہیں: حضرت علی، حسن و حسین، فاطمہ، اولادِ فاطمہ اور قیامت تک ہونے والی ان کی اولاد۔

ان میں وہ تمام حضرات بھی شامل ہیں جنہیں شیعہ کے بارہ امام کہا گیا ہے اب

---

[1] وحید الزمان، نواب : ہدیۃ المہدی (مطبوعہ سیالکوٹ) ص ۱۰۰

بتایا جائے کہ اقراری شیعہ کون ہے؟ امام احمد رضا بریلوی اور ان کے ہم مسلک یا نواب وحید الزمان اور ان کے ہم خیال غیر مقلدین؟

ع مُدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

خود ظہیر صاحب کو اُن کے ایک غیر مقلد بھائی مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اُسی طرح الشیعہ والسُّنۃ لکھنے کے باوجود، شیعہ علماء کے لیے عرب ممالک کے ویزے کے لیے کوششیں کرنے کو بھی موضوع مباہلہ بنا لیجیے۔[1]

شیعہ علماء کو ویزے دلانے کی کوشش ربط معنوی کے بغیر تو نہیں ہو سکتی۔

---

[1] حافظ عبدالرحمن مدنی: ہفت روزہ اہل حدیث لاہور (شمارہ ۳ اگست ۱۹۸۴ء) ص

رَدُّ الرَّفضہ

اس رسالہ میں امام اہل سُنّت نے اجماع امّت کے فیصلوں کی روشنی میں شیعوں کے عقائد و نظریات کا علمی و تحقیقی محاسبہ فرمایا ہے

امام اہل سُنّت اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا قادری

(۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ

از سیتاپور مرسلۂ جناب حکیم سید محمد مہدی صاحب ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بی بی سیدہ سنی المذہب نے انتقال کیا ان کے بعض بنی عم رافضی تبرائی ہیں وہ عصبہ بن کر ورثہ سے ترکہ لینا چاہتے ہیں حالانکہ روافض کے یہاں عصوبت اصلاً نہیں۔ اس صورت میں وہ مستحق ارث ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: الحمد للہ الذی ھدانا وکفانا واوانا عن الرفض والخروج وکل بلاء نجانا والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولٰنا وملجانا ومأوانا محمد واٰلہ وصحبہ الاولین اجانا والاحسنین احسانا والاکملین یقانا آمین۔ صورت مستفسرہ میں یہ رافضی ان مرحومہ سیدہ سنیہ کے ترکہ سے کچھ نہیں پا سکتے اصلاً کسی قسم کا استحقاق نہیں رکھتے اگرچہ بنی عم نہیں خاص حقیقی بھائی بلکہ اس سے بھی قریب رشتے کے کہلاتے اگرچہ وہ عصوبت کے منکر نہ بھی ہوتے کہ ان کی محرومی دینی اختلاف کے باعث ہے۔ سراجیہ میں ہے موانع الارث اربعۃ (الی قولہ) واختلاف الدینین تحقیق مقام وتفصیل مرام یہ ہے کہ رافضی تبرائی جو حضرات شیخین صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما خواہ ان میں سے ایک کی شان پاک میں گستاخی کرے اگرچہ صرف اسی قدر کہ انہیں امام وخلیفۂ برحق نہ مانے کتب معتمدۂ فقہ حنفی کی تصریحات اور عامۂ ائمہ ترجیح وفتوٰی کی تصحیحات پر مطلقاً کافر ہے۔ درمختار مطبوعہ مطبع ہاشمی صفحہ ۳۴۶ میں ہے: ان انکر بعض ماعلم من الدین ضرورۃ کفر بھا کقولہ ان اللہ تعالٰی جسم کالاجسام وانکارہ صحبۃ الصدیق اگر ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو تو کافر ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ اللہ تعالٰی اجسام کے مانند جسم ہے یا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت کا منکر ہونا۔ طحطاوی حاشیہ در مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۲۴۴ میں ہے وکذا خلافتہ اور ایسی ہی آپ کی خلافت کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔ فتاوی خلاصہ قلمی کتاب الصلوٰۃ فصل ۱۵

اور خزانۃ المفتین قلمی کتاب الصلوٰۃ فصل فی من یصح الاقتداء بہ و من لا یصح میں ہے:

الرافضی ان فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع ولوانکر خلافۃ الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فھو کافر۔

رافضی اگر مولیٰ علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل جانے تو بدعتی گمراہ ہے اور اگر خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر ہو تو کافر ہے۔

فتح القدیر شرح ہدایہ مطبع مصر جلد اوّل صفحہ ۲۴۸ اور حاشیہ تبیین للعلامۃ احمد الشلبی مطبوعہ مصر جلد اوّل صفحہ ۱۳۵ میں ہے:

فی الروافض من فضل علیا علی الثلاثۃ فمبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق او عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فھو کافر۔

رافضیوں میں جو شخص مولیٰ علی کو خلفاء ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے افضل کہے گمراہ ہے اور اگر صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما کی خلافت کا انکار کرے تو کافر ہے۔

وجیز امام کردری مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۳۱۸ میں ہے:

من انکر خلافۃ ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ فھو کافر فی الصحیح ومن انکر خلافۃ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فھو کافر فی الاصح

خلافت ابو بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر کافر ہے یہی صحیح تر ہے اور خلافت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر بھی کافر ہے یہی صحیح تر ہے۔

تبیین الحقائق شرح کنز الدقایق مطبوعہ مصر جلد اوّل صفحہ ۱۳۴ میں ہے:

قال المرغيناني بجوز الصلاة	امام مرغینانی نے فرمایا بدمذہب
خلف صاحب هوى وبدعة	بدعتی کے پیچھے نماز ادا ہو جائے
ولا تجوز خلف الرافضي	گی اور رافضی وغیرہ کے پیچھے ہو
والجهمي والقدري والمشبهة	گی ہی نہیں اور اس کا حاصل یہ
ومن يقول بخلق القران	ہے کہ اگر اُس بدمذہبی کے باعث
حاصله ان كان هوى لا	وہ کافر نہ ہو تو نماز اس کے پیچھے
يكفر به صاحبه تجوز مع	کراہت کے ساتھ ہو جائے گی،
الكراهة والا فلا۔	ورنہ نہیں۔

فتاوٰی عالمگیریہ مطبوعہ مصر جلد اوّل صفحہ ۸۴ میں اس عبارت کے بعد ہے: هكذا فى التبيين والخلاصة وهو الصحيح هكذا فى البدائع، ایسا ہی تبیین الحقائق و خلاصہ میں ہے اور یہی صحیح ہے بدائع میں ہے" اُسی کی جلد ۳ صفحہ ۲۶۴ اور بزازیہ جلد ۳ صفحہ ۳۱۹۔

خلافتِ صدیقِ اکبر اور اجماعِ اُمّت

اور اشباہ قلمی فن ثانی کتاب السیر اور التحاف الابصار والبصائر مطبع مصر صفحہ ۱۸۷ اور فتاوٰی القرویہ مطبع مصر جلد اوّل صفحہ ۲۵ اور واقعات المفتین مطبع مصر صفحہ ۱۳ سب میں فتاوٰی خلاصہ سے ہے:

الرافضي اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذ بالله تعالٰى فهو كافر وان كان يفضل عليا كرم الله تعالٰى وجهه على ابى بكر رضي الله تعالٰى عنه لا يكون كافرا الا انه مُبتَدِع، رافضی تبرّائی جو حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو

معاذ اللہ بُرا کہے کافر ہے۔ اور اگر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل بتائے تو کافر نہ ہوگا۔ مگر گمراہ ہے۔

اسی کے صفحہ مذکورہ اور برجندی شرح نقایہ مطبوعہ لکھنو جلد ۴ ص ۲۱ میں فتاویٰ ظہیریہ سے ہے:

من انکر امامة ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فھو کافر و علی قول بعضھم ھو مبتدع ولیس بکافر والصحیح انہ کافر و کذلك من انکر خلافة عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی اصح الاقوال۔	امامتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر کافر ہے اور بعض نے کہا بدمذہب ہے کافر نہیں اور صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہے اسی طرح خلافتِ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر بھی صحیح قول میں کافر ہے۔

وہیں فتاویٰ بزازیہ سے ہے: ویجب اکفارھم وکفار عثمان وعلی وطلحة وزبیر وعائشة رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔ رافضیوں اور ناصبوں اور خارجیوں کو کافر کہنا واجب ہے اس سبب سے کہ وہ امیر المومنین عثمان و مولیٰ علی و حضرت طلحہ و حضرت زبیر و حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کافر کہتے ہیں۔

بحر الرائق مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۱۳۱ میں ہے: یکفر بانکارہ امامة ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی الاصح، اصح یہ ہے کہ ابو بکر یا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی امامت و خلافت کا منکر کافر ہے۔

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مطبوعہ قسطنطنیہ جلد اوّل ص ۱۰۵ میں ہے:

الرافضی ان فضل علیا فھو مبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق فھو کافر۔ رافضی اگر صرف تفضیلیہ ہو تو بدمذہب ہے اور اگر خلافتِ صدیق کا منکر ہو تو کافر ہے۔

اسی کے صفحہ ۶۱۲ میں ہے: یکفر بانکارہ صحبۃ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وبانکارہ امامۃ علی الاصح وبانکارہ صحبۃ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی الاصح جو شخص ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کا منکر ہو کافر ہے۔ یونہیں جو اُن کے امام برحق ہونے کا انکار کرے مذہب اَصَح میں کافر ہے یونہیں عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کا انکار قولِ اَصَح پر کفر ہے۔

غنیہ شرح منیہ مطبوعہ قسطنطنیہ ص۵۱۴ میں ہے:

المراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف ما یعتقدہ اھل السنۃ والجماعۃ وانما یجوز الاقتداء بہ مع الکراھۃ اذا لم یکن ما یعتقدہ یؤدی الی الکفر عند اھل السنۃ اما لو کان مؤدیا الی الکفر فلا یجوز اصلا کالغلاۃ من روافض الذین یدعون الالوھیۃ

بدمذہب سے وہ مراد ہے جو کسی بات میں اہلِ سنّت وجماعت کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو اور اس کی اقتداء کراہت کیساتھ اُس حال میں جائز ہے جب اُس کا عقیدہ اہلسنّت کے نزدیک کفر تک نہ پہنچاتا ہو اگر کفر تک پہنچائے تو اصلاً جائز نہیں جیسے غالی رافضی کہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو خدا کہتے ہیں یا یہ کہ نبوّت ان کے لیے تھی

لعلی رضی اللہ تعالی عنہ اوان النبوۃ کانت لہ فغلط جبریل ونحو ذالك مما ھو کفر وکذا من یقذف الصدیقۃ اوینکر صحبۃ الصدیق اوخلافتہ اویسب الشیخین۔

جبرئیل نے غلطی کی اور اسی قسم کی اور باتیں کہ کفر ہیں اور یوں ہی جو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو معاذاللہ اُس تہمت ملعونہ کی طرف نسبت کرے یا صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت یا خلافت کا انکار کرے یا شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بُرا کہے۔

کفایہ شرح ہدایہ مطبع بمبئی جلد اوّل اور مستخلص الحقایق شرح کنز الدقایق مطبع احمدی ص۳۲ میں ہے:

ان کان ھواہ یکفر اھلہ کالجھمی والقدری الذی قال بخلق القران فالرفضی الغالی الذی ینکر خلافۃ ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہ لایجوز الصلاۃ خلفہ۔

بدمذہبی اگر کافر کردے جیسے جہمی اور قدری کہ قرآن کو مخلوق کہے اور رافضی غالی کہ خلافت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار کرے اُس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

شرح کنز للملا مسکین مطبع مصر جلد اوّل ص۲۰۸ ہامش فتح المعین میں ہے:

فی الخلاصۃ یصح الاقتداء باھل الاھواء الا الجھمیۃ والجبریۃ والمقدریۃ والرافضی الغالی ومن یقول بخلق القران والمشبھۃ

خلاصہ میں ہے بدمذہبوں کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے مگر جہمیہ وجبریہ وقدریہ ورافضی غالی وقائل خلق قرآن ومُشبہہ اور حاصل یہ کہ اہل قبلہ سے

وجملته ان کان من	جو اپنی بد مذہبی میں غالی نہ ہو
اھل قبلتنا ولم یغل فی	یہاں تک کہ اسے کافر کہا نہ جائے
ھواہ حتی لم یحکم بکونه	اُس کے پیچھے نماز بکراہت جائز
کافرا تجوز الصلاۃ خلفه	ہے اور رافضی غالی سے وہ مراد
وتکرہ واراد بالرافضی	ہے جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ
الغالی الذی ینکر خلافة	عنہ کی خلافت کا منکر ہو۔
ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنه	

خلافتِ حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما اور اجماعِ اُمت

طحطاوی علی مراقی الفلاح مطبع مصر صفحہ ۱۹۸ میں ہے ان انکر خلافة الصدیق کفر والحق فی الفتح عمر بالصدیق فی ھذا الحکم والحق فی البرھان عثمان بھما ایضا ولا تجوز الصلاۃ خلف منکر المسح علی الخفین او صحبة الصدیق ومن یسب الشیخین او یقذف الصدیقة ولا خلف من انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ فکفرۃ ولا تلتفت الی تاویله واجتھادہ۔ یعنی خلافت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر کافر ہے اور فتح القدیر میں فرمایا کہ خلافتِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر بھی کافر ہے۔

اور بُرہان شرح مواہب الرحمٰن میں فرمایا خلافتِ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر بھی کافر ہے اور نماز اس کے پیچھے جائز نہیں جو مسح موزہ یا صحابیتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر ہو یا شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کو بُرا کہے یا صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت رکھے اور نہ اس کے پیچھے جو ضروریاتِ دین سے کسی شے کا منکر ہو کہ وہ کافر ہے اور اس کی تاویل کیطرف اِلتفات نہ ہوگا۔ نہ اس جانب کہ اس نے رائے کی غلطی سے ایسا کہا۔

نظم الفرائد منظومۂ علامہ ابن وہبان مطبوعہ مصر ہامش مجیبہ صنہ۴۰ اور نسخہ قدیمہ قلمیہ مع الشرح فصل من کتاب السیر میں ہے ۔

ومن لعن الشیخین او سب کافر
ومن قال فی الایدی الجوارح اکفر
وصحح تکفیرٌ منکر خلافة ال
عتیق وفی الفاروق ذلك الاظهر

جو شخص حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تبرّا کہے یا بُرا کہے کافر ہے اور جو کہے یدُاللہ سے ہاتھ مراد ہے وہ اس سے بڑھ کر کافر ہے اور خلافت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انکار میں قول مُصَحّح تکفیر ہے اور یہی درباره انکار خلافت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اظہر ہے ۔

تیسیر المقاصد شرح وہبانیہ للعلامہ الشرنبلانی قلمی کتاب السیر میں ہے:

الرافضی اذا سب ابابکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یکون کافرا وان فضل علیهما علیا لا یکفر وهو متبدع رافضی اگر شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بُرا کہے یا اُن پر تبرّا کہے کافر ہو جائے اور اگر مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو اُن سے افضل کہے کافر نہیں گمراہ بدمذہب ہے اسی میں وہیں ہے ۔ من انکر خلافة ابی بکر الصدیق فهو کافر فی الصحیح وکذا منکر خلافة ابی حفص عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه فی الاظهر خلافت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر مذہب صحیح پر کافر ہے اور ایسا ہی قول

اُظہر میں خلافتِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر بھی۔

فتویٰ علامہ نوح آفندی پھر مجموعہ شیخ الاسلام عبید اللہ آفندی پھر مغنی المستفتی عن سوال المفتی پھر عقود الدریہ مطبع مصر جلد اول ص ۹۲-۹۳ میں ہے: الروافض کفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر منها انهم ینکرون خلافة الشیخین ومنها انهم یسبون الشیخین سود اللّٰه وجوههم فی الدارین فمن اتصف بواحد من هذه الامور فهو کافر ملتقطا۔ رافضی کافر ہیں طرح طرح کے کفروں کے مجمع ہیں از انجملہ خلافتِ شیخین کا انکار کرتے ہیں از انجملہ شیخین کو بُرا کہتے ہیں اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں رافضیوں کا مُنہ کالا کرے۔ جو ان میں کسی بات سے متصف ہو کافر ہے۔

اُنہیں میں ہے: اما سب الشیخین رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما فانه کسب النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم وقال الصدر الشهید من سب الشیخین او لعنهما یکفر۔ شیخین رضی اللہ عنہما کو بُرا کہنا ایسا ہے جیسا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنا اور امام صدر شہید نے فرمایا جو شیخین کو بُرا کہے یا تبرّا کہے کافر ہے۔

عقود الدریہ میں بعد نقل فتویٰ مذکور ہے:

وقد اکثر مشائخ الاسلام من علماء الدولة العثمانیه لا زالت مؤیدة بالنصرة العلیة فی الافتاء فی شان الشیعة المذکورین وقد اشبع الکلام فی ذلك کثیر منهم والفوا فیه الرسائل وممن افتی بنحو ذلك فیهم المحقق المفسر ابو مسعود افندی لعمادی ونقل عبارته العلامة الکواکبی الحلبی فی شراحه علی المنظومته الفقهیه المسماة بالفوائد السنیه۔

علماءِ دولتِ عثمانیہ اور ردِّ روافض

علمائے دولتِ عثمانیہ کہ ہمیشہ نصرتِ الٰہی سے مؤید رہے اُن سے جو اکابر شیخ الاسلام ہوئے انہوں نے شیعہ کے باب میں کثرت سے فتوے دیئے۔ بہت نے طویل بیان لکھے اور اس بارے میں رسالے تصنیف کیے۔ اور انہیں میں سے جنہوں نے روافض کے کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا۔ محقق مفسر ابو السعود آفندی عمادی (سردار مفتیان دولت علیہ عثمانیہ) ہیں اور اُن کی عبارت علامہ کواکبی حلبی نے اپنے منظومۂ فقیہہ مسمی بہ فرائد سنیہ کی شرح میں نقل کی۔ الاشباہ قلمی فن ثانی باب الردۃ اور اتحاف ص۱۸۷ اور انقروی جلد اول ص۲۵ اور واقعات المفتین ص۱۳ سب میں مناقب گزری سے ہے:

یکفر اذا انکر خلافتہما او یبغضہما لمحبۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لہما، جو خلافتِ شیخین کا انکار کرے یا اُن سے بغض رکھے کافر ہے کہ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب ہیں بلکہ بہت اکابر نے تصریح فرمائی کہ رافضی تبرائی ایسے کافر ہیں جن کی توبہ بھی قبول نہیں۔

تنویر الابصار متن درمختار مطبع ہاشمی ص۳۱۹ میں ہے: کل مسلم ارتد فتوبتہ مقبولۃ الا الکافر لسب النبی او الشیخین او احدھما ہر مرتد کی توبہ قبول ہے مگر وہ جو کسی نبی یا حضرات شیخین یا اُن میں ایک کی شان میں گستاخی سے کافر ہوا۔

الاشباہ والنظائر قلمی فن ثانی کتاب السیر اور فتاویٰ خیریہ مطبوعہ مصر جلد اوّل ص۹۴، ۹۵ اور اتحاف الابصار والبصائر مطبوعہ مصر ص۱۸۶ میں ہے:

کافر تاب فتوبتہ مقبولۃ فی الدنیا والآخرۃ الاجماعۃ الکافر بسب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسائر الانبیاء وبسب الشیخین او احدھما جو کافر توبہ کرے اس کی توبہ دُنیا و آخرت میں قبول ہے مگر کچھ کافر ایسے ہیں جن کی توبہ مقبول نہیں ایک وہ جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواہ کسی نبی کی شانمیں گستاخی کے سبب کافر ہوا دوسرا وہ کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں یا ایک کو بُرا کہنے کے باعث کافر ہوا۔

درمختار میں ہے:

فی البحر عن الجوھرۃ معزیا للشھید من سب الشیخین او طعن فیھما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وھو المختار للفتویٰ انتھی وجزم بہ الاشباہ واقرہ المصنف یعنی بحر الرائق میں بحوالہ جوہرہ نیرہ مختصر قدوری امام صدر شہید سے منقول ہے جو شخص حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بُرا کہے یا اُن پر طعن کرے۔ وہ کافر ہے اُس کی توبہ قبول نہیں اور اسی پر امام دبوسی و امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے فتویٰ دیا۔ اور یہی قول فتویٰ کے لیے مختار ہے۔ اسی پر اشباہ میں جزم کیا۔ اور علامہ شیخ الاسلام محمد بن عبداللہ ابو عبداللہ غزی تمرتاشی نے اُسے برقرار رکھا۔ اور یہ ظاہر کہ کوئی کافر کسی مسلمان کا ترکہ نہیں پا سکتا۔

درمختار ص۲۸۳ میں۔ موانعہ الرق والقتل واختلاف الملتین اسلاما وکفوالہٗ ملتقطا یعنی میراث کے مانع ہیں غلام ہونا اور مورث کو قتل کرنا۔ اور مورث و وارث میں اسلام و کفر کا اختلاف۔

تبیین الحقائق جلد ۶ ص۲۴۰ اور عالمگیری جلد ۶ ص۴۵۴ میں ہے:۔

اختلاف الدین ایضا یمنع الارث والمراد بہ الاختلاف بین الاسلام

والکفر مورث و وارث میں دینی اختلاف بھی مانع میراث ہے اور اس سے مراد اسلام و کفر کا اختلاف ہے، بلکہ رافضی خواہ وہابی خواہ کوئی کلمہ گو جو باوصف ادعائے اسلام عقیدہ کفر رکھے وہ تو بتصریح ائمہ دین سب کافروں سے بدتر کافر یعنی مرتد کے حکم میں ہے

ہدایہ مطبع مصطفائی جلد اخیر صفحہ ۵۶۳ اور درِ مختار صفحہ ۶۶۸ اور عالمگیری جلد ۶ صفحہ ۴۴۲ میں ہے صاحب الھوٰی ان کان یکفر فھو بمنزلۃ المرتد بدمذہب اگر عقیدہ کفریہ رکھتا ہو تو مُرتد کی جگہ ہے۔

غرر شرح درر مطبع مصر جلد ۲ صفحہ ۳۴۶ میں ہے۔ ذو ھوی ان اکفر فکا المرتد بدمذہب اگر تکفیر کیا جائے تو مثل مُرتد کے ہے۔

ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر جلد ۲ صفحہ ۶۸۹ میں ہے ان حکم بکفرہٖ بما ارتکبہ من الھوی فکا المرتد۔ اگر اُسی بدمذہبی کے سبب اس کے کُفر کا حکم دیا جائے تو وہ مرتد کی مثل ہے۔

نیز فتاویٰ ہندیہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۴ اور طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ مطبع مصر جلد اول صفحہ ۲۰۷، ۲۰۸ اور برجندی شرح نقایہ جلد ۴ صفحہ ۲۰ میں ہے۔ یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا (الی قولہ) وھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریۃ یعنی رافضیوں کو اُن کے عقائد کفریہ کے باعث کافر کہنا واجب ہے یہ لوگ دینِ اسلام سے خارج ہیں اُن کے احکام بعینہٖ مرتدین کے احکام ہیں ایسا ہی فتاویٰ ظہیریہ میں ہے۔ اور مرتد اصلاً صالح وراثت نہیں مسلمان تو مسلمان کسی کافر حتیٰ کہ خود اپنے ہم مذہب مرتد کا ترکہ بھی ہرگز اسے نہیں پہنچ سکتا۔ عالمگیری جلد ۶ صفحہ ۴۵۵ میں ہے المرتد

لا یرث من مسلم ولا من مرتد مثلہ کذا فی المحیط۔

جو روافض زمانہ کو کافر نہ جانے خود کافر ہے

خزانۃ المفتین میں ہے المرتد لا یرث من احد لا من المسلم ولا من الذمی ولا من مرتد مثلہ یہ حکم فقہی مطلق تبرائی رافضیوں کا ہے اگرچہ تبرا و انکار خلافت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوا ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں۔ والاحوط فیہ قول المتکلمین انھم ضلال من کلاب النار لا کفار وبہ تاخذ اور روافض زمانہ تو ہرگز صرف تبرائی نہیں بلکہ یہ تبرائی علی العموم منکران ضروریات دین اور باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کفار مرتدین ہیں یہاں تک کہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ جو انہیں کافر نہ جانے خود کافر ہے بہت عقائد کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح میں اُن کے عالم جاہل مرد عورت چھوٹے بڑے سب بالاتفاق گرفتار ہیں۔

کفرِ اوّل	قرآن عظیم کو ناقص بتاتے ہیں

کوئی کہتا ہے اُسمیں سے کچھ سُورتیں امیر المومنین عثمان غنی ذوالنورین یا دیگر صحابہ یا اہلسنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے گھٹا دیں کوئی کہتا ہے کچھ لفظ بدل دیئے۔ کوئی کہتا ہے یہ نقص و تبدیل اگرچہ یقیناً ثابت نہیں محتمل ضرور ہے اور جو شخص قرآن مجید میں زیادت یا نقص یا تبدیل کسی طرح کے تصرف بشری کا دخل مانے یا اُسے محتمل جانے بالاجماع کافر مرتد ہے کہ صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب کر رہا ہے اللہ عزوجل سورہ حجر میں فرماتا ہے، انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ط بے شک ہم نے

اتارا یہ قرآن اور بیشک بالیقین ہم خود اُس کے نگہبان ہیں۔

بیضاوی شریف مطبع لکھنو صـ۴۲۸ میں ہے لحٰفظون ای من التحریف والزیادۃ والنقص۔

جلالین شریف میں ہے لحٰفظون من التبدیل والتحریف والزیادۃ والنقص یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے ہم خود اس کے نگہبان ہیں اس سے کہ کوئی اُسے بدل دے یا اُلٹ پلٹ کردے یا کچھ بڑھا دے یا کچھ گھٹا دے۔

جمل مطبع مصر جلد ۲ صـ۵۶۱ میں ہے بخلاف سائر الکتب المنزلۃ فقد دخل فیھا التحریف والتبدیل بخلاف القراٰن فانہ محفوظ عن ذلك لا یقدر احد من جمیع الخلق الانس والجن ان یزید فیہ او ینقص منہ حرفا واحدا او کلمۃ واحدۃ۔ یعنی بخلاف اور کتب آسمانی کے کہ اُن میں تحریف و تبدیل نے دخل پایا اور قرآن اس سے محفوظ ہے تمام مخلوق جنّ وانس کسی کی جان نہیں کہ اُس میں ایک لفظ یا ایک حرف بڑھا دیں یا کم کردیں۔

اللہ تعالیٰ سورۃ حٰم السجدۃ میں فرماتا ہے۔ وانہ لکتب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمیدؕ بیشک یہ قرآن شریف معزز کتاب ہے باطل کو اس کی طرف اصلا راہ نہیں نہ سامنے سے نہ پیچھے سے۔ یہ اتارا ہوا ہے حکمت والے سراہے ہوئے کا۔

تفسیر معالم التنزیل شریف طبع بمبئی جلد ۳ صـ۳۵ میں ہے؛ قال قتادۃ والسدی الباطل ھو الشیطان لا یستطیع ان یغیر او یزید فیہ او ینقص منہ قال الزجاج معناہ انہ محفوظ من ان ینقص منہ فیاتیہ الباطل من بین یدیہ او یزاد فیہ فیأتیہ

الباطل من خلفه وعلی هذا المعنی الباطل الزیادة والنقصان ط
یعنی قتادہ سُدّی مفسرین نے کہا باطل کہ شیطان ہے قرآن میں کچھ گھٹا بڑھا
بدل نہیں سکتا۔ زجاج نے کہا باطل کہ زیادت ونقصان ہیں قرآن ان سے
محفوظ ہے۔ کچھ کم ہو جائے تو باطل سامنے سے آئے بڑھ جائے تو پس پشت
سے۔ اور یہ کتاب ہر طرح باطل سے محفوظ ہے۔
کشف الاسرار امام اجل شیخ عبدالعزیز بخاری شرح اصول امام ہمام
فخر الاسلام بزدوی مطبوع قسطنطنیہ جلد ۳ صہ ۸۸-۸۹ میں ہے:

کان نسخ التلاوة والحکم	قرآن عظیم سے کسی چیز کی تلاوت
جمیعاً جائزا فی حیاة النبی	وحکم دونوں کا منسوخ ہونا زمانۂ
صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں
فاما بعد فاوته فلا یجوز	جائز تھا بعد وفاتِ اقدس ممکن
قال بعض الرافضة والملحدة	نہیں بعض وہ لوگ کہ رافضی اور
ممن تیستر باظهار الاسلام	نرے زندیق ہیں بظاہر مسلمانی کا نام
وهو قاصد الی افساده هذا	لے کر اپنا پردہ ڈھانکتے ہیں اور
جائز بعد فاوته ایضاوز	حقیقۃً انہیں اسلام کو تباہ
عموان فی القرآن کانت	کرنا مقصود ہے وہ کہتی ہیں کہ
آیات فی امامة علی وفی	یہ بعد وفات والا بھی ممکن ہے
فضائل اهل البیت فکتمها	وہ بکتے ہیں کہ قرآن میں کچھ آیتیں
الصحابة فلم یتق باند	امامتِ مولیٰ علی اور فضائل
راس زمانهم والدلیل علی	اہلِ بیت میں تھیں کہ صحابہ نے
بطلان هذا القول قوله	چھپا ڈالیں جب وہ زمانہ مٹ

تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون کذا فی اصول الفقه لشمس الائمة ملتقطا۔

گیا باقی نہ رہیں اور اس قول کے بطلان پر دلیل خود قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ بیشک ہم نے اُتارا یہ قرآن اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں ایسا ہی امام شمس الائمہ کی کتاب اصول الفقہ میں ہے۔

امام قاضی عیاض شفا شریف مطبع صدیقی ص۳۶۴ میں بہت سے یقینی اجماعی کفر بیان کر کے فرماتے ہیں: وکذلک من انکر القرآن او حرفا منه او غیر شیئا منه او زاد فیه یعنی اسی طرح وہ بھی قطعاً اجماعاً کافر ہے جو قرآن عظیم یا اُس کے کسی حرف کا انکار کرے یا اس میں سے کچھ بدلے یا قرآن میں اس موجودہ میں کچھ زیادہ بتائے۔

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مطبع لکھنو ص۶۱۷ میں ہے: اعلم انی رایت فی مجمع البیان تفسیر الشیعة انه ذهب بعض اصحابهم الی ان القرآن العیا بالله کان زائدا علی هذا المکتوب قد ذهب بتقصیر من الصحابة الجامعین العیاذ بالله لم یختر صاحب ذلک والتفسیر هذا القول فمن قال بهذا القول فهو کافر لانکاره الضروری یعنی میں نے طبرسی رافضی کی تفسیر مجمع البیان میں دیکھا کہ بعض رافضیوں کے مذہب میں قرآن عظیم معاذ اللہ اس قدر موجود سے زائد تھا جن صحابہ نے قرآن جمع کیا عیاذاً باللہ اُن کے قصور سے جاتا رہا اس مفسر نے یہ قول اختیار نہ کیا۔ جو اس کا قائل ہو کافر ہے کہ ضروریات دین کا منکر ہے۔

کفر دوم غیر انبیاء کو انبیاء علیہم السلام سے افضل کہنا

ان کا ہر تنفس سیدنا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و دیگر ائمہ طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضرات عالیات انبیائے سابقین علیہم الصلوٰت والتحیات سے افضل بتاتا ہے اور جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہے با جماع مسلمین کافر بے دین ہے۔

شفاء شریف ص۳۶۵ میں انہیں اجماعی کفروں کے بیان میں ہے وکذلک نقطع بتکفیر غلاۃ الرافضۃ فی قولھم ان الائمۃ افضل من الانبیاء اور اسی طرح ہم یقینی کافر جانتے ہیں اُن غالی رافضیوں کو جو ائمہ کو انبیاء سے افضل بتاتے ہیں۔

امام اجل نووی کتاب الروضہ میں پھر امام ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام مطبع مصر ص۴۳ میں کلام شفاء نقل فرماتے اور مقرر رکھتے ہیں مولنا علی قاری شرح شفا مطبوع قسطنطنیہ جلد ۲ ص۵۲۶ میں فرماتے ہیں ھذا کفر صریح یہ کھلا کفر ہے۔

منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر مطبع حنفی ص۱۴۶ میں ہے ما نقل عن بعض الکرامیۃ من جواز کون الولی افضل من النبی کفر وضلالۃ والحاد وجھالۃ وہ جو بعض کرامیہ سے منقول ہوا کہ جائز ہے کہ ولی نبی سے مرتبے میں بڑھ جائے یہ کفر و ضلالت و بیدینی و جہالت ہے۔

شرح مقاصد مطبوع قسطنطنیہ جلد ۲ ص۳۰۵ اور طریقہ محمدیہ علامہ برکوی قلمی آخر فصل اوّل باب ثانی میں ہے:

واللفظ لھا ان الاجماع منعقد علیٰ ان الانبیاء افضل من الاولیاء بیشک مسلمانوں کا اجماع قائم ہے اس پر کہ انبیائے کرام

علیہم الصلوٰۃ والسلام اولیائے عظام سے افضل ہیں۔
حدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ مطبع مصر جلد اول صفحہ ۲۱۵ میں ہے:
التفضیل علی نبی تفضیل علی کل نبی۔ کسی کو ایک نبی سے افضل کہنا تمام انبیاء سے افضل بتانا ہے۔
شرح عقائد نسفی مطبع قدیم صفحہ ۱۱۵ پھر طریقۂ محمدیہ و حدیقۂ ندیہ صفحہ ۲۱۵ میں ہے: واللفظ لھما (تفضیل الولی علی النبی) مرسلا کان اولا (کفر وضلال کیف وھو تحقیر للنبی) بالنسبۃ الی الولی (وخرق الاجماع) حیث اجماع المسلمون علی فضیلۃ النبی علی المولی الخ باختصارہ۔ ولی کو کسی نبی سے خواہ وہ نبی مرسل ہو یا غیر مرسل افضل بتانا کفر وضلال ہے اور کیوں نہ ہو کہ اسمیں ولی کے مقابل نبی کی تحقیر اور اجماع کا رد ہے کہ ولی کو نبی سے افضل ہونے پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے ارشاد الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۷۵ میں ہے:
النبی افضل من الولی وھو امر مقطوع بہ والقائل بخلافہ کافر لانہ معلوم من الشرع بالضرورۃ۔ نبی ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ یہ ضروریاتِ دین سے ہے۔

فتوٰی ہائے مجتہدانِ روافض

روافض کے مجتہدانِ حال نے اپنے فتووں میں ان صریح کفروں کا صاف اقرار کیا ہے۔ یہ فتوٰی رسالۂ تکملۂ ردِ روافض و رسالۂ اظہارِ الحق مطبوعات مطبعِ صبح صادق سیتاپور ۱۲۹۳ھ و ۱۸۷۶ء میں مفصل مذکور ہیں جن میں اس مقام کے

متعلق یہ الفاظ ہیں۔

فتویٰ (۱) چہ میفرمانید مجتہدین درین مسئلہ کہ مرتبہ ولی مصطفےٰ علی مرتضےٰ علیہ السلام از سائر انبیائے سابقین علیہم السلام سوائے سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل ست یا نہ بینوا وتوجروا الجواب

افضل ست واللہ یعلم — هو العالم ۱۲۸۳ — الراقم میر آغا عفی عنہ

فتویٰ (۲) چہ میفرمایند درین مسئلہ کہ در کلام مجید جمع کردۂ عثمان تحریف از تخریج آیات مدائح جناب امیر علیہ السلام وغیرہ واقع شدہ یا نہ۔

جواب: ایں امر بر سبیل جزم وقطع ثابت نیست لیکن متحمل ست واللہ یعلم۔ — هو العالم ۱۲۸۳ — الراقم میر آغا عفی عنہ

فتویٰ (۳) مسئلہ دوم۔ مرتبۂ اہلبیت نبوی صلوٰت اللہ علیہم اجمعین سیما حضرت علی مرتضیٰ از سائر انبیاء افضل ست یا نہ۔

جواب: البتہ مراتب ائمہ ہدیٰ از سائر انبیاء بلکہ رسولان اولوالعزم سوائے حضرت خاتم المرسلین صلوات اللہ علیہ زیادہ بود ورتبۂ جناب امیر نیز۔

سید علی محمد ۱۲۶۳

فتویٰ (۴) مسئلہ ہفتم در قرآن مجید جمع کردۂ عثمان تحریف و نقصان واقع شدہ یا نہ۔

جواب: تحریف جامع القرآن بلکہ محرق ومحرف قرآن در نظم قرآن یعنی ترتیب آیات از کلام مفسرین فریقین وعنوان نظم قرآن مستغنی عن البیان وہمچنیں نقصان بعضی آیات واردہ در فضیلت اہلبیت علیہم السلام مدلول قراین بسیار و آثارات بیشمار۔ — سید علی محمد ۱۲۶۳

روافض علی العموم اپنے مجتہدوں کے پیرو ہوتے ہیں

اگر بفرض غلط کوئی جاہل رافضی ان کھلے کفروں سے خالی الذہن بھی ہو تو فتوائے مجتہدان کے قبول سے اُسے چارہ نہیں اور بفرض باطل یہ بھی مان لیجئے کہ کوئی رافضی ایسا نکلے جو اپنے مجتہدین کے فتوٰی بھی نہ ملنے تو الاقل اتنا یقیناً ہوگا کہ ان کفروں کی وجہ سے اپنے مجتہدوں کو کافر نہ کہے گا بلکہ انہیں اپنے دین کا عالم و پیشوا و مجتہد ہی جانے گا اور جو کسی کافر منکر ضروریات دین کو کافر نہ مانے خود کافر مرتد ہے۔ شفا شریف صـ۳۶۲ میں انہیں اجماعی کفر کے بیان میں ہے:۔

ولهذا نكفر من لم يكفر من دان بغير ملة المسلمين من الملل او وقف فيهم او شك او صحح مذهبهم وان اظهر مع ذالك الاسلام واعتقده واعتقد ابطال كل مذهب سواه فهو كافر باظهاره ما اظهر من خلاف ذلك۔

ہم اسی واسطے کافر کہتے ہیں ہر اس شخص کو جو کافروں کو کافر نہ کہے یا انکی تکفیر میں توقف کرے یا شک رکھے یا اُن کے مذہب کی تصحیح کرے اگرچہ اس کے ساتھ اپنے آپ کو مسلمان جتاتا اور اسلام کی حقانیت اور اس کے سوا ہر مذہب کے باطل ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ اس کے خلاف اس اظہار سے کہ کافر کو کافر نہ کہا خود کافر ہے۔

اُسی کے صفحہ ۳۴۲ اور فتاوٰی بزازیہ جلد ۳ صـ۳۲۲ اور درر وغرر مطبع مصر جلد اول صـ۳۰۰ اور فتاوٰی خیریہ جلد اول صـ۹۴-۹۵ اور درمختار صـ۳۱۹ اور مجمع الانہر جلد اول صـ۶۱۸ میں ہے من شك فى كفره وعذابه فقد كفر جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بالیقین

خود کافر ہے۔

کُفرِ روافض کے بارے میں عُلماءِ کرام کی تصریحات

علماءِ کرام نے خود روافض کے بارے میں بالخصوص اس حکم کی تصریح فرمائی علامہ نوح آفندی و شیخ الاسلام عبداللہ آفندی و علامہ حامد عمادی آفندی مفتی دمشق الشام و علامہ سید ابن عابدین شامی عقود جلد اوّل ص۹۲ میں اس سوال کے جواب میں کہ رافضیوں کے بارے میں کیا حکم ہے فرماتے ہیں: ھٰؤلاء الکفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر ومن توقف فی کفرھم فھو کافر مثلھم اھ مختصراً یہ کافر طرح طرح کے کفروں کے مجمع ہیں جو ان کے کفر میں توقف کرے خود انہیں کی طرح کافر ہے۔

علامہ الوجود مفتی ابوالسعود اپنے فتاویٰ پھر علامہ کواکبی شرح فرائد سنیہ پھر علامہ محمد امین الدین شامی تنقیح الحامدیہ ص۹۳ میں فرماتے ہیں: اجمع علماء الاعصار علی ان من شك فی کفرھم کان کافرا تمام زمانوں کے علماء کا اجماع ہے کہ جو ان رافضیوں کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

تنبیہ جلیل مسلمانو! اصل مدارِ ایمان ضروریاتِ دین ہیں اور ضرورت یا اپنے ذاتی روشن بدیہی ثبوت کے سبب مطلقاً ہر ثبوت سے غنی ہوتے ہیں یہاں تک کہ اگر بالخصوص ان پر کوئی نص قطعی اصلاً نہ ہو جب بھی اُن کا وہی حکم رہے گا کہ منکر یقیناً کافر۔ مثلاً عالم بجمیع اجزا حادث ہونے کی تصریح کسی نصِ قطعی میں نہ ملے گی۔ غایت یہ کہ آسمان و زمین کا حدث وارشاد ہوا ہے مگر باجماع مسلمین کسی

غیر خدا کو قدیم ماننے والا قطعاً کافر ہے جس کی اسانید کثیرہ فقیر کے رسالہ مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید میں مذکور تو وجہ وہی ہے کہ حدوث جمیع ماسوی اللہ ضروریاتِ دین سے ہے کہ اُسے کسی ثبوتِ خاص کی حاجت نہیں اعلام امام ابن حجر ص۱۷ زاد النووی فی الروضۃ ان الصواب تقیدہ بما اذا جحدہ مجمعاً علیہ یعلم من دین الاسلام ضرورۃ سواء کان فیہ نص امہ یہی سبب ہے کہ ضروریاتِ دین میں تاویل مسموع نہیں ہوتی اور شک نہیں کہ قرآن عظیم جو بحمد اللہ تعالیٰ شرقاً غرباً قرناً فقرناً تیرہ سو برس سے آج تک مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود محفوظ ہے باجماع مسلمین بلاکم وکاست وہی تنزیل رب العالمین ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پہنچائی اور ان کے ہاتھوں میں انکے ایمان اُن کے اعتقاد اُن کے اعمال کے لیے چھوڑی اسی کا ہر نقص وزیادت وتغیر وتحریف سے مصؤن ومحفوظ اور اسی کا وعدہ حقہ صادقہ انا لہ لحافظون میں مراد وملحوظ ہونا ہی یقیناً ضروریاتِ دین سے ہے نہ یہ کہ قرآن جو تمام جہان کے مسلمانوں کے ہاتھ میں تیرہ سو برس سے آج تک ہے یہ تو نقص وتحریف سے محفوظ نہیں ہاں ایک وہم تراشیدہ صورت ناکشیدہ دندان غول کی خواہر پوشیدہ غار سامرہ میں اصلی قرآن بغل کتمان میں دبائے بیٹھی ہے۔ انا لہ لحافظون کا مطلب یہی ہے یعنی مسلمانوں سے عمل تو اسی محرف مبدل ناقص نامکمل پر کرائیں گے اور اس اصلی جبلی کو

ع براے نہادن چہ سنگ وچہ زر

کی کھو میں چھپائیں گے۔ گویا حافظوں کے معنی یہ ہیں کہ قرآن کو مسلمانوں سے محفوظ رکھیں گے۔ انہیں اس کی پرچھائیں نہ دکھائیں گے بعض ناپاکول

نے اس سے بڑھ کر تاویل نکالی ہے کہ قرآن اگرچہ کتنا ہی بدل جائے مگر علمِ الٰہی و لوح محفوظ میں تو بدستور باقی ہے حالانکہ علمِ الٰہی میں کوئی شے نہیں بدل سکتی پھر قرآن کی کیا خوبی نکلی۔ توریت و انجیل درکنار۔ مہمل سے مہمل ردی سی ردی کوئی تحریر جس میں مصنف کا ایک لفظ ٹھکانے سے نہ رہا بلکہ دُنیا سے سراسر معدوم ہوگئی ہو علمِ الٰہی و لوحِ محفوظ میں یقیناً بدستور باقی ہے ایسی ناپاک تاویلات ضروریاتِ دین کے مطابق نہ مسموع ہوں نہ اُن سے کفر و ارتداد اصلاً مدفوع ہوں انکی حالت وہی ہے جو نیچریہ نے آسمان کو بلندی، جبرئیل و ملائکہ کو قوتِ خیر۔ ابلیس و شیاطین کو قوتِ بدی حشر و نشر و جنّت و نار کو محض روحانی نہ جسدی بنالیا۔ قادیانی مُرتد نے خاتم النبین کو افضل المرسلین ایک دوسرے شقی نے نبی بالذات سے بدل دیا۔ ایسی تاویلیں سُن لی جائیں تو اسلام و ایمان قطعاً درہم برہم ہو جائیں۔ بُت پرست لا الٰہ الا اللّٰہ کی تاویل کرلیں گے کہ یہ افضل و اعلیٰ میں حصر ہے یعنی خدا کے برابر دوسرا خدا ہے وہ سب دوسروں سے بڑھ کر خدا ہے نہ یہ کہ دوسرا خدا ہی نہیں جیسے لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار وغیرہ محاوراتِ عرب سے روشن ہے یہ نکتہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ ایسے مرتدان لیام مدعیانِ اسلام کے مکروہ اوہام سے نجات و شفاء ہے۔ و باللّٰہ التوفیق والحمد للّٰہ رب العلمین ط

بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی اجماعی یہ ہے

کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں اُن کے ہاتھ کا ذبیحہ مُردار ہے اُن کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ معاذ اللّٰہ مرد رافضی اور عورت مسلمان ہو تو یہ سخت قہرِ الٰہی ہے۔ اگر مرد سُنّی ہو اور عورت ان خبیثوں میں کی ہو جب بھی ہرگز نکاح نہ ہوگا محض زنا ہوگا۔ اولاد ولدالزنا ہوگی باپ کا ترکہ نہ پائیگی

اگرچہ اولاد بھی سُنّی ہی ہو کہ شرعًا ولدالزنا کا باپ کوئی نہیں عورت نہ ترکہ کی مستحق ہوگی نہ مہر کی کہ زانیہ کے لیے مہر نہیں۔ رافضی اپنے کسی قریب حتّیٰ کہ باپ بیٹے ماں بیٹی کا بھی ترکہ نہیں پا سکتا۔ سُنّی تو سُنّی کسی مسلمان بلکہ کسی کافر کے بھی یہاں تک کہ خود اپنے ہم مذہب رافضی کے ترکہ میں اُس کا اصلاً کچھ حق نہیں۔ ان کے مرد عورت عالم جاہل کسی سے میل جول سلام کلام سب سخت کبیرہ اشد حرام۔ جو ان کے ان ملعون عقیدوں پر آگاہ ہو کر پھر بھی انہیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے۔ باجماع تمام ائمہ دین خود کافر بے دین ہے اور اس کے لیے بھی یہی سب احکام ہیں جو ان کے لیے مذکور ہوئے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس فتویٰ کو بگوشِ ہوش سُنیں اور اس پر عمل کر کے سچے پکے مسلمان سُنّی بنیں۔ وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمدی سُنّی حنفی قادری
عبد المصطفٰے احمد رضا خاں

اذان میں روافض کے اضافی کلمات پر تحقیق

اَلْاَدِلَّۃُ الطَّاعِنَۃُ
فِی
اَذَانِ الْمَلَاعِنَۃُ

اس مقالہ میں امام اہل سنّت علیہ الرحمۃ نے اکابر شیعہ اور اکابر اہل سنّت کی مُستند کُتب کے حوالہ جات سے ان کلمات کی تحقیق پیش کی ہے جو اہل تشیّع نے اذان میں بڑھائے ہیں

امام اہل سنّت اعلحضرت مولانا احمد رضا قادری

(۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء)

دَارُالرّضا لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ

مسئلہ از انجمن محب اسلام مرسلہ مولوی صاحب صدر انجمن ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ بالفعل اہل تشیع نے اپنی اذان وغیرہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کلمہ خلیفۂ رسول اللہ بلافصل کہنا اختیار کیا ہے۔ پس اہلسنت کو اس کلمہ کا سننا بمنزلہ سننے تبرّا کے ہے یا نہیں اور اس کے انسداد میں کوشش کرنا باعث اجر ہوگی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وخلفاء الاربعۃ الراشدین واٰلہ وصحبہ واھل سنۃ اجمعین الحق یہ کلمۂ مغضوبہ مبغوضہ مذکورہ سوال خالص تبرّا ہے اور اس کا سننا سنّی کے لیے بمنزلہ تبرّا سننے کے نہیں بلکہ حقیقۃً تبرّا سننا ہے۔ والعیاذ باللہ رب العلمین تبرّا کے معنے اظہارِ برأت وبیزاری جس پر یہ کلمۂ خبیثہ نہ کنایۃً بلکہ صراحۃً دال ہے کہ اس میں بالتصریح خلافتِ راشدہ حضرات خلفۂ ثلثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نفی ہے اور اس نفی کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ وہ بعد حضور پرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسند نشین نہ ہوئے کہ ان کا حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تختِ خلافت پر جلوس فرمانا فرمان واحکام جاری کرنا نظم ونسق ممالکِ اسلامیہ وتمام امورِ ملک ومال ورزم وبزم کی باگیں اپنے دستِ حق پرست میں لینا، وہ تاریخی واقعہ مشہور متواتر اظہر من الشمس ہے جس سے دنیا میں موافق مخالف یہاں تک کہ نصاریٰ ویہود ومجوس وہنود کسی کو انکار نہیں بلکہ ان محبّان خدا

اور نوابانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روافض کو زیادہ عداوت کا مبنیٰ یہی ہے اُن کے زعمِ باطل میں استحقاقِ خلافت حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ میں منحصر تھا جب بحکمِ الٰہی خلافتِ راشدہ اوّل ان تین سردارانِ مومنین کو پہنچی۔ روافض نے اُنہیں معاذ اللہ مولیٰ علی کا حق چھیننے والا ٹھہرایا اور تقیہ شقیہ کی بدولت حضرت اسد اللہ الغالب کو عَیَاذًا باللہ سخت نامرد و بُزدل و تارکِ حق و مطیعِ باطل بتایا۔

ع دوستیِ بے خردان دشمنی ست

لفظِ بلا فصل حقیقۃً انکارِ تبرّا ہے

كبرت كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا تو لاجرم لفظِ بلا فصل میں جو نفی ہے اُس سے نفی لیاقت و استحقاق مُراد۔ تو اس مجمل لفظ میں غضب و ظلم و انکارِ حق و اصرارِ باطل و مخالفتِ دین و اختیارِ دنیا وغیرہ وغیرہ۔ ہزاروں مُطاعن مَلعونہ جو قوم روافض اپنے اعتقاد میں رکھتی اور زبان سے بکتی ہے، سب دفعتاً موجود ہیں اور لائے نفی سے اپنی برأت و بیزاری کا کُھلا اظہار پھر تبرّا اور کس چیز کا نام ہے۔ میں اس واضح بات کے ایضاح کرنے یعنی آفتاب روشن کو چراغ دکھانے میں زیادہ تطویل محض بیکار سمجھ کر صرف اس الزامی نظیر پر قناعت کرتا ہوں اگر کوئی شخص کہے (قوم شیعہ میں بعد عبد الرزاق بن ہمام کے جس نے ۲۱۱ھ میں انتقال کیا بلا فصل بہاء الدین املی ہونے سے محفوظ اور بظاہر نام اسلام سے محفوظ ہے) تو کیا اُس نے ان دونوں کے بیچ میں جتنے شیعی گزرے مثل طوسی و حلی و کلینی و ابن بابویہ وغیرہم سب کو کافر ملعون نہ کہا۔ نہیں نہیں یقیناً اُس کے کلام کا صاف صاف یہی مطلب ہے جس کے سبب ہم اہلِ حق بھی

اس لفظ پر انکار کریں گے اور اُسے ناپسند رکھیں گے کہ ہمارے نزدیک بھی ان سب پر علی الاطلاق حکم کفر و لعنت جائز نہیں۔

انصاف کیجئے کیا اگر یہ بات علانیہ برسرِ بازار اور ہر روز پکاری جائے تو شیعہ کو کچھ ناگوار نہ ہوگا یا وہ اسے صریح اپنی توہین و تذلیل نہ سمجھیں گے حالانکہ اس بیچ میں جتنے شیعہ گذرے کسی کی مدح و عقیدت شیعہ کے اصولِ مذہب میں داخل نہیں نہ معاذ اللہ قرآن و حدیث یا اقوال ائمہ اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ان لوگوں کی نیکی و خوبی پر دال۔

پھر حضرات خلفائے ثلثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم جن کی ثناء مدحت و ادب و عقیدت ہم اہلِ سُنّت کے اُصولِ مذہب میں داخل اور ہمارے نزدیک ہزاروں آیات و احادیث حضرت رسالت و اقوال ائمہ اہلبیت صلوات اللہ علیہ و علیہم سے ان کی لاکھوں خوبیاں تعریفیں مالا مال۔ اُن کی نسبت ایسا کلمہ مغضوبہ اذان میں پکارا جانا کیونکر ہماری توہین مذہبی نہ ہوگا یا ہمارے دلوں کو نہ دکھائے گا۔ غرض یہ تو وہ روشن و بدیہی بات ہے جس کے ایضاح کو جو کچھ کہیے اس سے واضح تر نہ ہوگا۔

روافض کے پیشواؤں نے کہا کہ اذان میں خلیفہ رسول اللہ بلافصل وغیرہ زیادت کی موجد ایک ملعون قوم ہے

مجھے بتوفیق اللہ عزوجل یہاں یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہ کلمات جو روافضِ حال نے سُنّیوں کی ایذا رسانی کو اذان میں بڑھائے ہیں اُن کے مذہب کے بھی خلاف ہیں

(۱) اُن کی حدیث و فقہ کی رو سے بھی اذان ایک محدود عبارت معدود کلمات

کا نام ہے جن میں یہ ناپاک لفظ داخل نہیں۔

(۲) اُن کے نزدیک بھی اُس اذان منقول میں اور عبارت بڑھانا ناجائز و گناہ اور اپنے دل سے ایک نئی شریعت نکالنا ہے۔

(۳) اُن کے پیشوا خود لکھ گئے کہ ان زیادتیوں کی موجد ایک ملعون قوم ہے جنہیں امامیہ بھی کافر جانتے ہیں میں ان تینوں امور کی سندیں مذہب امامیہ کی معتبر کتابوں سے دوں گا اور ان کی عبارتیں مع صاف ترجمہ کے نقل کروں گا وباللہ التوفیق ولہ الحمد علی اراءۃ سواء الطریق۔

امر اوّل
اذان ایک محدود عبارت، محدود کلمات کا نام ہے

سندِ امر اوّل: شرائع الاسلام شیخ علی مطبوعہ کلکتہ مطبع گلدستہ نشاط ۱۲۵۵ھ کے صفحہ ۳۴ پر ہے:

الاذان علی الاشهر ثمانية عشر فصلا التكبير اربع والشهادة بالتوحيد ثم بالرسالة ثم يقول حي على الصلاة ثم حي على الفلاح ثم حي على خير العمل والتكبير بعده ثم التهليل كل فصل مرتان۔

ترجمہ: اذان مشہور تر قول پر اٹھارہ کلمے ہیں تکبیر چار بار اور گواہی توحید کی پھر رسالت کی پھر حی علی الصلاۃ پھر حی علی الفلاح پھر حی علی خیر العمل اور اس کے بعد اللہ اکبر پھر لا الہ الا اللہ ہر کلمہ دو بار۔

حضید حی جو شہید ثانی کہا جاتا ہے اُس کی شرح مدارک میں لکھتا ہے:

هذا مذهب الاصحاب لا اعلم فيه مخالفا والمستند فيه ما رواه ابن بابويه والشيخ عن ابي بكر الحضرمي

وکلیب الاسدی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہ حکی لھما الاذان فقال اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح حی علی خیر العمل حی علی خیر العمل اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ والاقامۃ کذلک وعن اسمٰعیل الجعفی قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول الاذان والاقامۃ خمسۃ وثلثون حرفا فعد ذلک بیدہ واحدا واحدا الاذان ثمانیۃ عشر حرفا والاقامۃ سبعۃ عشر حرفا. واشار المصنہ مقولہ علی الاشھر الی ما رواہ الشیخ بسندہ الی الحسین بن سعید عن النصر سوید عن عبد اللہ بن سنان قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن الاذان فقال تقول اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح حی علی خیر العمل حی علی خیر العمل اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ وروی زرارۃ والفضیل عن ابی عبد اللہ علیہ السلام نحو ذلک وحکی الشیخ فی ف عن بعض الاصحاب تربیع التکبیر فی اخر الاذان وھو شاذ مردود بما تلوناہ من الاخبار اھ ملخصًا۔

ترجمہ: اذان کے وہی اٹھارہ کلمے ہونا مذہب تمام امامیہ کا ہے جس میں میرے نزدیک کسی نے خلاف نہ کیا اور اس کی سند وہ حدیث ہے جو ابن بابویہ و شیخ نے ابوبکر حضرمی و کلب اسدی سے روایت کی

کہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے اُن کے سامنے اذان یوں بیان فرمائی اللہ اکبر (۴) اشہد ان لا الہ الا اللہ (۲) اشہد ان محمد رسول اللہ (۲) حی علی الصلاۃ (۲) حی علی الفلاح (۲) حی علی خیر العمل (۲) اللہ اکبر (۲) لا الہ الا اللہ (۲) اور فرمایا اسی طرح تکبیر ہے۔

اور اسمٰعیل جعفی سے روایت ہے میں نے حضرت امام ابو جعفر علیہ السلام کو فرماتے سُنا کہ اذان و تکبیر کا مجموعہ پینتیس ۳۵ کلمے ہے پھر حضرت نے اپنے دستِ مبارک سے ایک ایک کر کے گنے اذان اٹھارہ ۱۸ کلمے اور تکبیر سترہ ۱۷ اور وہ جو مصنف (یعنی حلی نے شرائع الاسلام میں) کہا کہ مشہور تر قول پر اذان کے اٹھارہ ۱۸ کلمے ہیں وہ اس سے اس حدیث کی طرف اشارہ کرتا ہے جو شیخ نے بسند خود حسین بن سعید اُس نے نضر بن سوید اُس نے عبداللہ بن سنان سے روایت کی کہ میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے اذان کو پوچھا فرمایا یوں کہہ اللہ اکبر ۲ اشہد ان لا الہ الا اللہ ۲۔ اشہد ان محمد رسول اللہ ۲ حی علی الصلاۃ ۲ حی علی الفلاح ۲ حی علی خیر العمل ۲۔ اللہ اکبر ۲۔ لا الہ الا اللہ ۲ (یعنی اس حدیث میں شروعِ اذان صرف دو تکبیر سے ہے تو اذان کے سولہ ۱۶ ہی کلمے رہیں گے) اور زرارہ و فضیل نے بھی امام ممدوح سے یونہی روایت کی اور شیخ نے بعض امامیہ سے آخر اذان میں چار تکبیریں نقل کیں اور وہ شاذ مردود ہے بسبب ان حدیثوں کے جو ہم نے ذکر کیں۔

شہید شیعہ ابو عبداللہ بن مکی لمعہ و مشقیہ میں لکھتا ہے:

یکبر اربعا فی اوّل الاذان	اوّل اذان میں چار بار اللہ اکبر کہے
ثم التشہدان ثم حیعلات	پھر دونوں شہادتیں پھر تینوں

الثلث ثم التكبير ثم	حی علی پھر اللہ اکبر پھر لا الہ الا اللہ
التهليل مثنى فهذه ثمانية	ہر کلمہ دو بار یہ اٹھارہ کلمے ہیں
عشر فصلا۔ فهذه جملة	اور کل یہی ہیں جو شرع میں منقول
الفصول المنقوله شرعا	ہوئے ان کے سوا اذان و اقامت
ولا يجوز اعتقاد شرعية	میں اور کسی کو مشروع جاننا
غير هذه الفصول فی	جائز نہیں جیسے اشہد ان
الاذان والاقامة كالتشهد	علیا ولی اللہ۔

بالولاية لعلی اھ ملخصاً۔

امر دوم
اذان منقول میں اور عبارت بڑھانا گناہ ہے

سند امر دوم اُسی مدارک میں ہے:

الاذان سنة متلقاة من	(اذان ایک سنت ہے جسے شارع
الشارع كسائر العبادات	(صلی اللہ علیہ وسلم) نے تعلیم فرمایا
فيكون الزيادة فيه تشريعا	مثل اور عبادتوں کے تو اس میں
محرما كما يحرم زيادة	کوئی لفظ بڑھانا اپنی طرف سے نئی
ان محمدا وآله خير البرية	شریعت ایجاد کرنا ہے اور یہ حرام
فان ذلك وان كان من	ہے جیسے ان محمدا وآلہ خیر البریہ
احكام الايمان الا انه	کا بڑھانا حرام ہوا کہ یہ اگرچہ احکام
ليس من فصول الاذان.	ایمان سے ہے مگر اذان کے

کلمات سے نہیں۔

اسی میں ہے: الاذان عبادة متلقاة من صاحب الشرع

فیقتصر فی کیفیتھا علی المنقول والروایات المنقولة عن اھل البیت علیھم السلام خالیة عن ھذا اللفظ فیکون الاتیان بہ تشریعا محرما۔

ترجمہ: اذان ایک عبادت ہے کہ صاحب شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سیکھی گئی تو اس کی کیفیت میں اُسی قدر اقتصار کیا جائے جسقدر شارع علیہ الصلاۃ والسلام سے منقول ہے اور حضرات اہل بیت کرام علیہم السلام سے جو روایتیں منقول ہوئیں وہ اس لفظ سے خالی ہیں تو اس کا بڑھانا نئی شریعت تراشنا ہوگا کہ حرام ہے۔

امر سوم

اذان منقول میں زیادتی کی موجد ایک ملعون قوم ہے

سند امر سوم شیخ صدوق شیعہ ابن بابویہ قمی کہ ان کے یہاں کے اکابر مجتہدین وارکان مذہب سے ہے کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کے باب الاذان والاقامۃ للموذنین میں لکھتا ہے:

روی ابوبکر بن حضرمی وکلیب بن الاسدی عن ابی عبداللہ علیہ السلام انہ حکی لھما الاذان فقال اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمد رسول اللہ اشھد ان محمد رسول اللہ حی علی الصلاۃ حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح حی علی خیر العمل حی علی خیر العمل اللہ اکبر اللہ اکبر

لا اله الا الله لا اله الا الله وقال مصنف هذا الكتاب هذا هو الاذان الصحیح لا یزاد فیه ولا ینقص منه والمفوضة لعنهم الله قد وضعوا اخبارا وزادوا فی الاذان محمد وال محمد خیر البریة مرتین وفی بعض روایاتهم بعد اشهد ان محمد رسول الله اشهد ان علیا ولی الله مرتین ومنهم من روی بدل ذالك واشهد ان علیا امیر المومنین حقا مرتین ولا شك فی ان علیا ولی الله وانه امیر المومنین حقا وان محمد اواله صلوات الله علیهم خیر البریه ولکن لیس ذلك فی اصل الاذان وانما ذکرت ذلك لیعرف بهذه الزیادة المتهمون بالتفویض المدلسون انفسهم فی جتنا۔

ترجمہ: ابو بکر حضرمی و کلیب اسدی حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے راوی کہ اُس جناب نے ان کے سامنے اذان یوں کہہ کر سُنائی۔ اللہ اکبر ۴۔ اشہدان لا الہ الا اللہ ۲۔ اشہدان محمدارسول اللہ ۲۔ حی علی الصلاۃ ۲۔ حی علی الفلاح ۲۔ حی علی خیر العمل ۲۔ اللہ اکبر ۲۔ لا الہ الا اللہ ۲۔ مصنّف اس کتاب کا کہتا ہے یہی اذان صحیح ہے نہ اس میں کچھ بڑھایا جائے نہ اس سے کچھ گھٹایا جائے اور فرقہ مُفوّضہ نے کہ اللہ اُن پر لعنت کرے کچھ جھوٹی حدیثیں اپنے دل سے گھڑیں اور اذان میں محمد و آل محمد خیر البریہ بڑھایا اور انہیں کی بعض روایات میں اشہدان محمد رسول اللہ کے بعد اشہدان علیا امیر المومنین حقا دو بار روایت کیا اور اس میں شک نہیں کہ علی ولی اللہ ہیں

اور بیشک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اُن کی آل علیہم السلام تمام جہان سے بہتر ہیں مگر یہ کلمے اصل اذان میں نہیں اور میں نے یہ اس لیے ذکر کر دیا کہ اس زیادتی کے باعث وہ لوگ پہچان لیے جائیں جو مذہب تفویض سے متہم ہیں اور براہ فریب اپنے آپ کو ہمارے گروہ (یعنی فرقہ امامیہ) میں داخل کرتے ہیں دیکھو امامیہ کا شیخ صدوق کیسی صاف صاف شہادت دے رہا ہے کہ اذان کے شرع میں وہی اٹھارہ کلمے ہیں اور ان پر یہ زیادتیاں مفوضہ کی تراشی ہوئی ہیں اور صاف کہتا ہے لعنہم اللہ تعالیٰ اُن پر لعنت کرے۔

تنبیہ لطیف: جس طرح بحمداللہ تعالیٰ ہم نے یہ اُمور پیشوایانِ شیعہ کی تصریحات سے لکھے۔ یونہی مناسب ہے کہ اس کلمۂ خبیثہ کا تبرّا ہونا بھی انہیں کے معتمدین سے ثابت کر دیا جائے۔ صدرِ کلام میں جس واضح تقریر سے ہم نے اُس کا تبرّا ہونا ظاہر کیا اُس سب سے قطع نظر کیجئے تو ایک امام شیعہ کی شہادت لیجئے کہ اُس کی تقریر سے اس ناپاک کلمے کا سب صریح و دُشنام قبیح ہونا ثابت اِن کا علامہ کتاب المختلف میں لکھتا ہے: المفاخرة انما تتم بذکر فضائل له وسلبها عن خصمه اوسلب رذائل عنه واثباتها لخصمه وهذا هو معنی السباب۔ دو شخصوں کا آپس میں تفاخر کرنا (کہ ہر ایک اپنے آپ کو دوسرے پر کسی فضل و کمال میں ترجیح دے) باہم دُشنام دہی سے خالی نہیں ہوتا کہ مُفاخرت یونہی تمام ہوتی ہے کہ یہ شخص کچھ خوبیاں اپنے لیے ثابت کرے اور اپنے مقابل کو اُن سے خالی کہے یا بعض برائیوں سے اپنی تبرّی اور اپنے مقابل کے لیے انہیں ثابت کرے اور یہی معنے دُشنام دہی کے ہیں نقله بعض محشی الروضة البهية

شرح اللمعۃ الدمشقیہ علی ھامشھا من کتاب الحج فی تفسیر السباب ص۱۶۱۔

اب کہیے کہ خلافتِ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضیلت ہے یا نہیں۔ ضرور کہیے گا کہ اعلیٰ فضائل سے ہے اب کہیے "خلیفہ رسول اللہ" کہہ کر آپ نے اُسے مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے لیے ثابت اور "بلافصل" کہہ کر حضرات خلفائے ثلثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے سَلب[1] کیا، یا نہیں۔ اقرار کے سوا کیا چارہ ہے اور جب یوں ہے اور آپ کا علامہ گواہی دیتا ہے کہ شرح میں دشنام[2] اسی کا نام تو کیا محل انکار رہا کہ یہ مبغوض[3] کلمہ معاذ اللہ علی الاعلان ہمارے پیشوایانِ دین کو صاف صاف دشنام دیتا ہے۔ پھر تبرّا نہ بتانا عجب سینہ زوری ہے۔

ہاں اب دادِ انصاف طلب ہے

اگر بالفرض یہ کلمۂ ملعونہ ان کی اذان مذہبی میں داخل ہوتا اور ان کے یہاں روایات میں آتا تو کہہ سکتے کہ صرف اہلسنّت کا دل دکھانا مقصود نہیں بلکہ اپنی رسم مذہبی پر نظر ہے اب کہ یقیناً ثابت کہ کلمۂ مذکورہ خود اُن کے مذہب میں بھی نہیں نہ صاحبِ شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اُس کی روایت نہ حضرات ائمہ اطہار سے اس کی اجازت نہ اُن کے پیشواؤں کے نزدیک اذان کی یہ ترکیب

---

[1] سلب کیا: لے جانا۔ نیست کرنا۔ اُچک لے جانا۔

[2] دُشنام: گالی گلوچ۔

[3] مبغوض کلمہ: سبّ وشتم۔

اور کیفیت بلکہ خود انہیں کی معتبر کتابوں میں تصریح کہ اذان میں صرف اتنا بڑھانا بھی حرام ہے کہ اَشْہَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰہ اور یہ زیادتیاں اُس فرقۂ ملعونہ کی نکالی ہوئی ہیں جو باتفاق اہلسنّت وشیعہ کافر ہیں تو ایسی حالت میں اس کے بڑھانے کو ہرگز کسی رسم مذہبی کی ادا پر محمول نہیں کر سکتے بلکہ یقیناً سوا اس کے اہلسنّت کو آزار دینا اور اُن کا دل دکھانا اور اُن کی توہین مذہبی کرنا مدِّ نظر ہے اور کوئی غرض مقصود نہیں۔

سبحان اللہ طُرفہ بے باکی ہے اگر یہ ناپاک لفظ اُن کی اذان مذہبی میں ہوتا بھی تاہم کوئی فریق اپنی اُس رسم مذہبی کا اعلان نہیں کر سکتا جس میں دوسرے فریق کی توہین مذہبی یا اُس کے پیشوایانِ دین کی اہانت ہو نہ کہ یہ ناپاک رسم کہ خود شیعہ کے بھی خلافِ مذہب ملعون کافروں سے سیکھ کر یوں اعلان کریں اور ہمارے پیشوایانِ دین کی جناب میں ایسے الفاظ کہہ کر جو بتصریح انہیں کے عمائد کے صریح دُشنام ہیں۔ ہمارا دل دُکھائیں کیا اب ہند میں روافض کی سلطنت ہے یا گورنمنٹ ہند شیعہ ہوگئی یا اس نے ہماری توہین مذہبی کی پروانگی دیدی یا شیعی صاحبوں نے کوئی خفیہ طاقت پیدا کرلی جس کے باعث ارتکابِ جرم میں دہشت نہ رہی۔

فالی اللہ المشتکی وعلیہ البلاغ وھو المستعان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۵ وصلی اللہ تعالیٰ علی سیّدنا ومولٰنا محمّد وآلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العٰلمین ۵

رسالہ تعزیہ داری

اَعَالِی الْاِفَادَۃِ

فِی

تَعْزِیَۃِ الْھِنْدِ وَبَیَانِ الشَّہَادَۃِ

اس رسالہ میں امام اہلِ سُنّت مولانا احمد رضا قادری نے تعزیہ داری، شہادت نامہ، محرم کی سبیل، مرثیہ خوانی، مجالسِ محرم میں شرکت اور تعزیہ داری برائے حاجت بر آری جیسے معمولاتِ محرم کے بارے میں شریعتِ اسلامیہ کا حکم بیان فرمایا ہے۔

امامِ اہلِ سُنّت اعلحضرت مولانا احمد رضا قادری

دارُالرّضا لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان احسن تعزیۃ لقلوب المسلمین فیما ھجم من البدعات علی اعلام الدین ان الحمد للہ رب العلمین وافضل الصلٰوۃ واکمل السلام علی سید الشھداء بالحق یوم القیام وعلی الہٖ وصحبہ الغر الکرام اٰمین۔

سوال اوّل ۲۴ صفر ۱۳۰۸ھ تعزیہ داری کی شرعی حیثیت

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ داری کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب: تعزیہ کی اس قدر تھی کہ روضۂ پُر نور حضور شہزادہ گلگوں قبا حسین شہید ظلم و جفا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علی جدہ الکریم وعلیہ کی صحیح نقل بنا کر بہ نیتِ تبرک مکان میں رکھنا۔ اس میں شرعاً کوئی حرج نہ تھا کہ تصویر مکانات وغیرہا ہر غیر جاندار کی بنانا رکھنا سب جائز اور ایسی چیزیں کہ معظّمانِ دین کی طرف منسوب ہو کر عظمت پیدا کریں اُن کی تمثال بہ نیت تبرّک پاس رکھنا قطعاً جائز جیسے صدہا سال سے طبقۃً فطبقۃً ائمہ دین وعلمائے معتمدین نعلین شریفین حضور سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشے بناتے اور اُن کے فوائد جلیلہ و منافع جزیلہ میں مستقل رسالے تصنیف فرماتے ہیں جسے اِشتباہ ہو امامِ علامہ تلمسانی کی فتح المتعال وغیرہ مطالعہ کرے مگر جہّال بے خبر نے اس اصل جائز کو بالکل نیست و نابود کر کے صدہا خرافات وہ تراشیں کہ شریعتِ مطہرہ سے الاماں الاماں کی صدائیں آئیں۔

موجودہ تعزیہ میں قباحتیں اوّل تو نفسِ تعزیہ میں روضۂ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی ہر جگہ نئی تراش نئی گڑھت جسے اس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت۔

پھر کسی میں پریاں کسی میں براق کسی میں اور بیہودہ طمطراق۔

پھر کوچہ بکوچہ دشت بدشت اشاعتِ غم کے لیے اُن کا گشت اور اُن کے گرد سینہ زنی اور ماتم سازشی کی شور افگنی،

کوئی اُن تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے،

کوئی مشغولِ طواف،

کوئی سجدہ میں گرا ہے،

کوئی اُن مایۂ بدعات کو معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام علی جدہ و علیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پنّی سے مرادیں مانگتا منتیں مانتا ہے، حاجت روا جانتا ہے۔

پھر باقی تماشے باجے تاشے۔

مردوں عورتوں کا راتوں کو میل اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طُرّہ ہیں۔

غرض عشرہ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت و محل عبادت ٹھہرا ہوا تھا ان بیہودہ رسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کردیا۔

(بقیہ صفحہ سابقہ)

۱؎ ہمارا رسالہ شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزارہ ونعالہ دیکھئے صلی اللہ تعالیٰ علی الحبیب وآلہ وبارک وسلم ۱۲ منہ ۲؎ جہال بیخرد نے : بے عقل جاہلوں نے

پھر وہاں اِبتداع کا وہ جوش ہوا کہ خیرات کو بھی بطور خیرات نہ رکھا، رِیاؤ تفاخُر علانیہ ہوتا ہے۔

پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں رزقِ الٰہی کی بے ادبی ہوتی ہے۔

پیسے ریتے میں گر کر غائب ہوتے ہیں مال کی اضاعت ہو رہی ہے مگر نام تو ہو گیا کہ فلاں صاحب لنگر لٹا رہے ہیں۔

اب بہارِ عشرہ کے پھول کھلے تاشے باجے بجتے چلے۔

طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم۔

بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم۔

شہوانی میلوں کی پوری رسوم جشن۔

یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ تصویریں بعینہا حضرت شہداء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے جنازے ہیں۔ کچھ نوچ اُتار باقی توڑ تاڑ دفن کر دیئے۔ یہ ہر سال اضاعتِ مال کے جرم و وبال جدا گانا رہے۔ اللہ تعالیٰ صدقہ حضرات شہدائے کربلا علیہم الرضوان والثنا کا ہمارے بھائیوں کو نیکیوں کی توفیق بخشے اور بُری باتوں سے توبہ عطا فرمائے آمین۔ اب کہ تعزیہ داری اس طریقۂ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے۔

ہاں اگر اہلِ اسلام جائز طور پر حضرات شہدائے کرام علیہم الرضوان کی اَرواح طیّبہ کو ایصالِ ثواب کی سعادت پر اقتصار کرتے تو کس قدر خوب و محبوب تھا اور اگر نظرِ شوق و محبّت میں نقل روضۂ انور کی حاجت تھی تو اُسی قدر جائز پر قناعت کرتے کہ صحیح نقل بغرضِ تبرک و زیارت اپنے مکانوں میں رکھتے اور اشاعتِ غم و تصنّع الم و نوحہ زنی و ماتم کُنی و دیگر اُمُورِ شنیعہ و بدعاتِ قطعیہ سے بچتے اس قدر

میں بھی کوئی حرج نہ تھا مگراب اس نقل میں بھی اہلِ بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لیے اِبتلائے بدعات کا اندیشہ ہے اور حدیث میں آیا ہے:

اتقوا مواضع التھم اور وارد — تہمت کے مقامات سے بچو۔ ۱۲ (مترجم)
ہوا من کان یؤمن باللہ — جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن
والیوم الاٰخر فلا یقض — پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسی جگہوں پر ہرگز
مواقف التھم۔ کھڑا نہ ہو جہاں تہمت کا اندیشہ ہو (مترجم)

لہٰذا روضۂ اقدس حضور سیدالشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایسی تصویر بھی نہ بنائے بلکہ صرف کاغذ کے صحیح نقشے پر قناعت کرے اور اُسے بقصدِ تبرک بے آمیزش منہیات[۱] اپنے پاس رکھے جس طرح حَرمین محترمین سے کعبۂ معظمہ اور روضۂ عالیہ کے نقشے آتے ہیں یا دلائل الخیرات شریف میں قبور پُر نور کے نقشے لکھے ہیں والسلام علی من اتبع الہدیٰ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

---

[۱] مُنہیات: شرع میں منع شدہ کام۔

سُوال دوم: مجالس میلاد میں شہادت نامہ پڑھنا

ازامروہہ مرسلہ مولوی سید محمد شاہ صاحب میلاد خواں ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیاارشاد ہے علماءِ دین متین کا اس مسئلہ میں کہ مجالس میلاد شریف میں شہادت نامہ کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: شہادت نامے نثر یا نظم جو آج کل عوام میں رائج ہیں اکثر روایات باطلہ وبے سروپا سے مملوٗ[1] اور اکاذیب[2] موضوعہ پر مشتمل ہیں ایسے بیان کا پڑھنا سُننا وہ شہادت ہو خواہ کچھ اور مجلس میلاد مبارک میں ہو خواہ کہیں اور مطلقاً حرام وناجائز ہے خصوصاً جب کہ وہ بیان ایسی خرافات کو متضمن[3] ہو جن سے عوام کے عقائد میں تزلزل واقع ہو کہ پھر تو اور بھی زیادہ زہر قاتل ہے ایسے ہی وجوہ پر نظر فرما کر امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی وغیرہ ائمہ کرام نے حکم فرمایا کہ شہادت نامہ پڑھنا حرام ہے۔

علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں:

قال الغزالی وغیرہ یحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل الحسن والحسین وحکایتہ الخ پھر فرمایا ذکر من حرمۃ روایۃ قتل الحسین ومابعدہ لاینافی ماذکرتہ فی ھذا الکتاب لان ھذا البیان الحق الذی یجب

---

[1] مملوٗ: بھرا ہوا۔ لبریز [2] اکاذیب موضوعہ

[3] مُتضمِن: مشتمل۔ شامل۔ داخل۔

اعتقادہ من جلالۃ الصحابۃ وبراءتہم من کل نقص بخلاف مایفعلہ الوعاظ والجہلۃ فانہم یأتون بالاخبار الکاذبۃ والموضوعۃ ونحوھا ولا یبینون المحامل والحق الذی یجب اعتقادہ الخ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور بعد کے واقعات کا ذکر کرنا حرام ہونا، اس بات کے منافی نہیں ہے جو ہم نے اس کتاب میں ذکر کی ہے کیونکہ یہ حق کا بیان ہے جس کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عظمت وجلالت شان اور انکا ہر قسم کے نقص سے پاک ہونا بخلاف اسکے کہ جو واعظین اور جہال کرتے ہیں کہ وہ من گھڑت اور جھوٹی وخود ساختہ روایات ذکر کرتے ہیں اور روایات کا صحیح محمل ذکر نہیں کرتے اور نہ ہی وہ حق کو ظاہر کرتے ہیں جس کا عقیدہ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ ۱۲ (جلالی)

یوں ہیں جبکہ اُس سے مقصود غم پروری وتصنّع وحُزن ہو تو یہ نیّت بھی شرعاً نامحمود۔ شرع مطہر نے غم میں صبر وتسلیم اور غم موجود کو حتی المقدور دل سے دُور کرنیکا حکم دیا ہے نہ کہ غم معدوم بتکلف وزور لانا نہ کہ بتصنّع وزور بنانا نہ کہ اُسے باعثِ قربت وثواب ٹھہرانا یہ سب بدعات شنیعۂ روافض ہیں جن سے سُنّی کو احتراز لازم۔ حاشا للہ اس میں کوئی خوبی ہوتی تو حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات اقدس کی غم پروری سب سے زیادہ اہم وضروری ہوتی دیکھو حضور اقدس صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلی آلہ کا ماہ ولادت وماہ وفات وہی ماہ مبارک ربیع الاوّل شریف ہے پھر علمائے اُمّت وحامیانِ سنّت نے اُسے ماتم وفات نہ ٹھہرایا بلکہ موسم شادی ولادت اقدس بنایا امام ممدوح کتاب موصوف میں فرماتے ہیں۔ ایاہ ثم ایاہ ان

یشغله (ای یوم عاشوراء) ببدع الرافضة ونحوهم من الندب والنیاحة والحزن اذلیس ذلك من اخلاق المومنین والا لکان یوم وفاته صلی الله تعالٰی علیه وسلم اولی بذلك واحری الخ

عوام مجلس خواں اگرچہ بالفرض صرف روایاتِ صحیحہ بروجہ صحیح پڑھیں بھی تاہم جو اُن کے حال سے آگاہ ہے خوب جانتا ہے کہ ذکر شہادت شریف پڑھنے سے اُن کا مطلب یہی بہ تصنع رونا بہ تکلف رُولانا اور اِس رونے رُلانے سے رنگ جاتا ہے اس کی شناعت میں کیا شبہ ہے۔

ہاں اگر خاص بہ نیت ذکر شریف حضرات اہلبیت طہارت صلی اللہ تعالیٰ علی سیدہم وعلیہم وبارک وسلم اُن کے فضائل جلیلہ و مناقب جمیلہ روایاتِ صحیحہ سے بروجہ صحیح بیان کرتے اور اس کے ضمن میں اُن کے فضل جلیل صبر جمیل کے اظہار کو ذکر شہادت بھی آجاتا اور غم پروری و ماتم انگیزی کے انداز سے کامل احتراز ہوتا تو اس میں حرج نہ تھا مگر ہیہات[1] اُن کے اطوار اُن کی عادات اس نیّتِ خیر سے یکسر جُدا ہیں ذکر فضائل شریف مقصود ہوتا تو کیا ان محبوبانِ خدا کی فضیلت صرف یہی شہادت تھی بے شمار مناقب عظیم، اللہ عزّوجل نے انہیں عطا فرمائے انہیں چھوڑ کر اسی کو اختیار کرنا اور اس میں طرح طرح سے بالفاظِ رقّت خیز و نوحہ نما و معانی حزن انگیز و غم افزا بیان کو وسعتیں دینا، اِنہیں مقاصد فاسدہ کی خبریں دے رہا ہے۔

غرض عوام کے لیے اس میں کوئی وجہ سالم نظر آنا سخت دشوار ہے پھر مجلس ملائک مآنس میلاد اقدس تو عظیم شادی و خوشی و عید اکبر کی مجلس ہیں

---

[1] ہیہات: ظاہر صورتیں۔

اذکارِ غم و ماتم اُس کے مناسب نہیں فقیر اس میں ذکرِ وفات والا بھی جیسا کہ بعض عوام میں رائج ہے پسند نہیں کرتا حالانکہ حضور کی حیات بھی ہمارے لیے خیر اور حضور کی وفات بھی ہمارے لیے خیر۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس تحریر کے بعد علامہ محدث سیدی محمد طاہر فتنی قدس سرہٗ الشریف کی تصریح نظرِ فقیر سے گذری انہوں نے بھی اس رائے فقیر کی موافقت فرمائی والحمد للہ رب العلمین آخرِ کتاب مستطاب مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

شهر السرور والبهجة مظهر منبع الانوار والرحمة شهر ربيع الاول فانه شهر امرنا باظهار الحبور فيه كل عام فلا نكدره باسم الوفاة فانه يشبه تجديد المأتم وقد نصوا على كراهته كل عام فى سيدنا الحسين مع انه ليس له اصل فى امهات البلاد الاسلامية وقد تحاشوا عن اسمه فى اعراس الاولياء فكيف به فى سيد الاصفياء صلى الله عليه وسلم

یعنی ماہِ مبارک ربیع الاوّل خوشی و شادمانی کا مہینہ ہے اور سرچشمۂ انوار رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانۂ ظہور ہے ہمیں حکم ہے کہ ہر سال اُس میں خوشی ظاہر کریں تو ہم اُسے وفات کے نام سے مکدر نہ کریں گے کہ یہ تجدیدِ ماتم کے مشابہ ہے اور بیشک علماء نے تصریح کی کہ ہر سال جو سیدنا امام حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ماتم کیا جاتا ہے شرعاً مکروہ ہے اور خاص اسلامی شہروں میں اس کی کچھ بنیاد نہیں۔ اولیائے کرام کے عرسوں میں نام ماتم سے احتراز کرتے ہیں تو حُضور پُرنور سیدالاصفیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاملہ میں اُسے کیونکر پسند کر سکتے ہیں۔

فالحمد لله على ما الهم والله سبحنه وتعالى اعلم۔

سوال سوم: شہادت نامہ اور تعزیہ داری میں فرق

از ریاست رام پور محلہ میانگاناں مرسلہ مولوی محمد یحییٰ صاحب محرم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہادت نامہ پڑھنا کیسا ہے اور اُس میں اور تعزیہ داری میں فرق احکام کیا ہے بینوا توجروا۔

الجواب: ذکر شہادت شریف جبکہ روایات موضوعہ و کلمات ممنوعہ و نیت نامشروعہ سے خالی ہو عین سعادت ہے عند ذکر الصلحین تنزل الرحمۃ[1] اُس کی تفصیل جمیل فتاویٰ فقیر میں ہے اور اس میں اور تعزیہ داری میں فرق احکام ایک مقدمہ کی تمہید چاہتا ہے۔

تمہید: فاقول وباللہ التوفیق۔ شے کے لیے ایک حقیقت ہوتی ہے اور کچھ امور زوائد کہ لوازم یا عوارض ہوتے ہیں احکام شرعیہ شے پر بحسب وجود ہوتے ہیں مجرد اعتبار عقلی ناصالح وجود مطمح احکام شرع نہیں ہوتا کہ فقہ افعال مکلفین سے باحث ہے جو فعلیت میں آ نہیں سکتا موضوع سے خارج ہے تغائر اعتبار سے تغائر احکام وہیں ہو سکتا ہے جہاں وہ اعتبارات واقعیہ مفارقہ متعاقبہ ہوں کہ شے کبھی ایک کے ساتھ پائی جائے کبھی دوسرے کے تو ہر دو انخلائے[2] وجود کے اعتبار سے مختلف حکم دیا جا سکتا ہے اور ایسی جگہ مقصود ہے کہ نفس شے کا حکم اُن بعض احکام شے مع بعض الاعتبار سے جدا ہو مگر زوائد کہ لوازم الوجود ہوں اُن کے حکم سے جدا

---

[1] صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔۱۲ (جلالی) [2] انخلائے وجود:

کوئی حکم حقیقت کے لیے نہ ہوگا کہ لازم سے انفکاک محال ہے جب لوازم میں یہ حال ہے تو ارکانِ حقیقت کہ سنخ ماہیت[1] میں داخل ہوں اُن سے قطع نظر ناممکن ــــ پھر ماہیت عرفیہ میں رُکنیت تابع عرف ہے اور بعض اجزاء سے سنخ ماہیت تغیر اعتبار شئے نہیں بلکہ تغیر ماہیت عرفیہ ہے مثلاً نماز عرف شرع میں مجموع ارکان مخصوصہ بہیأت معلومہ کا نام ہے اب اگر کوئی ان ارکان سے جُدا بلکہ تبدیل ہیہات ہی کے ساتھ ایک صورت کا نام نماز رکھے جو قعود سے شروع اور قیام پر ختم ہو اور اُس میں رکوع پر سجود مقدم تو یہ حقیقت نماز ہی کی تبدیل ہوگی نہ کہ حقیقت حاصل اور اعتبار متبدل جب یہ مقدمہ ممہد[2] ہو لیا فرق احکام ظاہر ہوگیا ــــ شہادت نامہ پڑھنے کی حقیقت عرفیہ صرف اس قدر کہ ذکر شہادت شریف حضرات ریحانین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کے آگے پڑھا جائے معاذاللہ روایات کا موضوع و باطل یا ذکر کا تنقیص شانِ صحابہ پر مشتمل ہونا ہرگز نہ داخل حقیقت ہے نہ لازم وجود۔

لہٰذا جو لوگ روایات صحیحہ معتبرہ نظیفہ مطہرہ مثل سر الشہادتین وغیرہ پڑھتے ہیں اُسے بھی قطعاً شہادت ہی پڑھنا اور مجلس کو مجلسِ شہادت ہی کہتے ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ امور نامشروعہ کہ عارض ہوگئے ہنوز عوارض ہی سمجھے جاتے ہیں اور عوارض قبیحہ سے نفس شئے مباح یا حسن قبیح نہیں ہوجاتی بلکہ وہ اپنی حدِ ذات میں اپنے حکمِ اصلی پر رہتی اور نہی عوارض قبیحہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے جیسے ریشمین کپڑے پہن کر نماز پڑھنا کہ نفسِ ذاتِ نماز کو معاذاللہ قبیح نہ کہیں گے بلکہ اِن عوارض و زوائد کو تو شہادت ناموں پر ان عوارض کا لحوق بعینہٖ ایسا ہے

---

[1] سلخ ماہیت :

[2] ممہد :

جیسے آج کل بعض جہال ہندوستان نے مجلسِ میلادِ مبارک میں روایات موضوعہ وقصص بے سروپا بلکہ کلماتِ توہینِ ملائکہ وانبیاء علیہم الصلاۃ والثناء پڑھنا اختیار کیا ہے اس سے حقیقت بتدل نہ ہوئی نہ عوارض نے دائرۂ عروض سے آگے قدم رکھا جو مجالس طیبہ طاہرہ ہوتی ہیں انہیں بھی قطعاً مجالسِ میلادشریف ہی کہا جاتا ہے اور ہرگز کسی کو یہ گمان نہیں ہوتا کہ یہ کوئی دوسری شے ہے جو اُن مجالس سے حقیقت جدا گانہ رکھتی ہے۔

بخلاف تعزیہ داری کہ اُس کا آغاز اگرچہ یوںہی سُنا گیا ہے کہ سلطان تیمور نے ازانجا کہ ہر سال حاضری روضۂ مقدسہ حضور سید الشہداء شہزادۂ گلگوں قبا علی جدہ الکریم وعلیہ الصلاۃ والثناء کو مخل امورِ سلطنت دیکھا بنظرِ شوق وتبرک تمثال روضۂ مبارک بنوائی اور اس قدر میں کوئی حرج شرعی نہ تھا مگر یہ امر حقیقت متعارفہ سے وجوداً وعدماً بالکل بے علاقہ ہے اگر کوئی شخص روضۂ انور مدینہ منورہ وکعبۂ معظمہ کے نقشوں کی طرح کاغذ پر تمثال روضۂ حضرت سیّد الشہداء آئینے میں لگا کر رکھے ہرگز نہ اُسے تعزیہ کہیں گے نہ اُس شخص کو تعزیہ دار حالانکہ اتنا امر قطعاً موجود ہے۔

اور یہ ہر سال نئی نئی تراش وخراش کی کھپچی پنیاں کسی میں بُراق کسی میں پریاں جو گلی کوچے گشت کرائی جاتی ہیں ہرگز تمثال روضۂ مبارک حضرت سیّد الشہداء نہیں کہ تمثال ہوتی تو ایک طرح کی نہ کہ صدہا مختلف اُنہیں ضرور تعزیہ اور اُن کے مرتکب کو تعزیہ دار کہا جاتا ہے تو بداہۃً ظاہر کہ حقیقت تعزیہ داری انہیں امور نامشروعہ کا نام ٹھہرا ہے نہ کہ نفس حقیقت عرفیہ وہی امر جائز ہو اور یہ نامشروعات امور زوائد وعوارض مفارقہ سمجھے جاتے ہوں ولہٰذا فقیر نے اپنے فتاویٰ میں قدر مباح کو ذکر کر کے کہا کہ جُہّال بیخرد

نے اس اصل جائز کو بالکل نیست و نابود کر کے الخ ۔ اور آخر میں کہا اب کہ تعزیہ داری اس طریقۂ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے یہ اُسی فرق جلیل و نفیس کی طرف اشارہ تھا جو اس مقدمہ ممہدہ میں گزرا بالجملہ شہادت نامے کی حقیقت ہنوز وہی امر مباح و محمود ہے اور شنائع[1] زوائد و عوارض[2] اگر اُن سے خالی اور نیت نامحمود سے پاک ہو ضرور مباح ہے اور تعزیہ داری کی حقیقت ہی یہ امور ناجائزہ ہیں اُس قدر جائز سے جسے کوئی تعلق نہ رہا اور نہ اس کے وجود سے موجود ہوتی ہے نہ اُس کے عدم سے معدوم تو یہ فی نفسہٖ ناجائز و حرام ہے ۔

آغاز بُت پرستی

اس کی نظیر اُمم[3] سابقہ میں آغازِ اَصنام ہے وُدّ و سواع و یغوث و یعوق و نسر صالحین تھی اُن کے انتقال پر اُن کی یاد کے لیے اُن کی صُورتیں تراشیں بعد مُرورِ زماں پچھلی نسلوں نے اُنہیں کو معبود سمجھ لیا تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان بتوں کی حالت اپنی اُنہیں ابتدائی حقیقت پر باقی تھی یہ شنائع زوائد و عوارض خارجہ تھے و لہٰذا شرائع الٰہیہ مطلقاً اُن کے ردّ و انکار پر نازل ہوئیں بخاری وغیرہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ۔

كانوا اسماء رجال صالحين من قوم نوح فلما هلكوا اوحى الشيطان الى قومهم ان انصبوا الى مجالسهم

---

[1] شنائع : شنیع کی جمع مطلب بُرے کام

[2] عوارض ۔

[3] امم مبالغہ : گذشتہ اُمتوں ۔

التی کانوا یجلسون انصابا وسموھا باسمائھم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا ھلک اولئک ونسخ العلم عبدت فالٰہی عبیداللہ بن عبید بن عمیر سے راوی قال اول ماحدثت الاصنام علی عھد نوح وکانت الابناء تبر الآباء فمات رجل منھم فجزع علیہ ابنہ فجعل لا یصبر عنہ فاتخذ مثالا علی صورتہ فکلما اشتاق الیہ نظرہ ثم مات ففعل بہ کما فعل ثم تتابعوا علی ذلک فمات الآباء فقال الابناء ما اتخذ ھذہ اباؤنا الا انھا کانت آلھتھم فعبدوھا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی : آود، سواع، یغوث، یعوق، نسر یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام تھے۔ جب یہ لوگ فوت ہوگئے تو شیطان نے ان کی قوم کو یہ بات القا کی کہ ان کے بیٹھنے کی جگہوں پر بُت نصب کردو اور اُن کا نام ان لوگوں والا ہے رکھو۔ تو لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اُس وقت تو ان کی عبادت نہ کی گئی مگر جب یہ لوگ ہلاک ہوگئے اور علم جاتا رہا تو ان کی پوجا شروع ہوگئی۔ ۱۲ (جلالی)

یہ فرق نفیس خوب یاد رکھنے کا ہے کہ اسی سے غفلت کرکے وہابیہ اصل حقیقت پر حکم عوارض لگاتے اور تعزیہ دار تبدیل حقیقت کو اختلاف عوارض ٹھہراتے اور دونوں سخت فاحش میں پڑجاتے ہیں وباللہ العصمۃ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

سُوال چہارم: دسویں محرم کو سبیل لگانا وغیرہ

مسئلہ ازدھام پور ضلع بجنور مرسلہ حافظ سید بنیاد علی صاحب ۸ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یوم عشرہ میں سبیل لگانا اور کھانا کھلانے اور لنگر لٹانے کے بارے میں دیوبند کے علماء ممانعت کرتے ہیں ونیز کتب شہادت کو بھی جو امر صحیح ہو عند الشرع ارقام فرمائیے اور مجلس محرم میں ذکرِ شہادت اور مرثیہ سُننا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: پانی یا شربت کی سبیل لگانا جبکہ بہ نیت محمود اور خالصاً لوجہ اللہ ثواب رسانی ارواح طیبۂ آئمۂ اطہار مقصود ہو بلا شبہ بہتر و مستحب و کارِ ثواب ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اذا کثرت ذنوبك فاسق	جب تیرے گناہ زیادہ ہو جائیں
الماء تتناثر الذنوب کما	تو پانی پر پانی پلا گناہ جھڑ جائیں گے
یتناثر الورق من الشجر	جیسے سخت آندھی میں پیڑ کے پتے۔

فی الریح العاصف (رواہ الخطیب عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اسی طرح کھانا کھلانا لنگر بانٹنا بھی مَندوب و باعثِ اجر ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ان اللہ عزوجل یباھی	اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں سے
ملئکۃ بالذین یطعمون	جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں
الطعام من عبیدہ	فرشتوں کے ساتھ مباہات

(رواہ ابوالشیخ فی الثواب عن الحسن مرسلاً) فرماتا ہے کہ دیکھو یہ کیسا اچھا کام کر رہے ہیں۔

مگر لنگر لٹانا جیسے کہتے ہیں کہ لوگ چھتوں پر بیٹھ کر روٹیاں پھینکتے ہیں کچھ ہاتھوں میں جاتی ہیں کچھ زمین پر گرتی ہیں کچھ پاؤں کے نیچے ہیں یہ منع ہے کہ اس میں رزقِ الٰہی کی بے تعظیمی ہے بہت علماء نے تو روپوں پیسوں کا لٹانا جس طرح دُلہن دُلہا کی نچھاور میں معمول ہے منع فرمایا کہ روپے پیسے کو اللہ عزوجل نے خلق کی حاجت روائی کے لیے بنایا ہے تو اُسے پھینکنا نہ چاہیے روٹی کا پھینکنا تو سخت بیہودہ ہے۔

بزازیہ کتاب الکراہیۃ النوع الرابع فی الھدایۃ والمیراث میں ہے: ھل یباح نثر الدراھم قیل لا وقیل لا باس بہ وعلی ھذا الدنانیر و الفلوس وقد یستدل من کرہ بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الدراھم والدنانیر خاتمان من خواتم اللہ تعالٰی فمن ذھب بخاتم من خواتم اللہ تعالٰی فضیت حاجتہ[1]۔

کتب شہادت جو آج کل رائج ہیں اکثر حکایاتِ موضوعہ و روایاتِ باطلہ پر مشتمل ہیں یونہی مرثیے ایسی چیزوں کا پڑھنا سُننا سب گناہ و حرام ہے حدیث میں ہے۔ نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن المراثی۔

---

[1] دراہم نچھاور کرنا مباح (جائز) ہے۔ ایک قول ہے کہ ناجائز ہے دوسرے قول کے مطابق کوئی حرج نہیں یہی حال دیناروں اور پیسوں کا ہے مکروہ قرار دینے والے اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ دراہم و دنانیر اللہ تعالٰی کی مہروں میں سے مہریں ہیں جو شخص اللہ تعالٰی کی مُہر لے کر جائیگا اُس کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ ۱۲ (جلالی)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا (رواہ ابوداؤد والحاکم عن عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ایسے ہی ذکر شہادت کو امام حجۃ الاسلام وغیرہ علماء کرام منع فرماتے ہیں۔ کما ذکرہ امام ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقۃ۔ ہاں اگر صحیح روایات بیان کی جائیں اور کوئی کلمہ کسی نبی یا ملک یا اہلبیت یا صحابی کی توہین شان کا مبالغہ مدح وغیرہ میں مذکور نہ ہو نہ وہاں بین یا نوحہ یا سینہ کوبی یا گریبان دری یا ماتم یا تصنع یا تجدید غم وغیرہ ممنوعات شرعیہ نہ ہوں تو ذکر شریف فضائل و مناقب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بلا شبہہ موجب ثواب و نزول رحمت ہے۔ عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ ولہذا امام ابن حجر مکی بعد بیان مذکور کے فرماتے ہیں ماذکر من حرمۃ روایۃ قتل الحسین وما بعدہ لاینا فی ماذکرتہ فی ھذا الکتاب لان ھذا البیان الحق الذی یجب اعتقادہ من جلالۃ الصحابۃ وبراءتھم من کل نقص بخلاف ما یفعلہ الوعاظ والجھلۃ فانھم یأتون بالاخبار الکاذبۃ الموضوعۃ ونحوھا ولا یبینون المحامل والحق الذی یجب اعتقادہ[1] واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

---

[1] حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور بعد کے واقعات کا ذکر کرنا حرام ہونا، اس بات کے منافی نہیں ہے جو ہم نے اس کتاب میں ذکر کی ہے کیونکہ یہ حق بیان ہے جس کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔ بعض صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی عظمت و جلالت شان اور ان کا ہر قسم کے نقص سے پاک ہونا بخلاف اسکے کہ جو واعظین اور جہال کرتے ہیں کہ وہ من گھڑت اور جھوٹی و خود ساختہ روایات ذکر کرتے ہیں اور روایات کا صحیح محمل ذکر نہیں کرتے اور نہ ہی وہ حق کو ظاہر کرتے ہیں جس کا عقیدہ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ ۱۲ (جلالی)

سوال پنجم: مجلسِ ذکرِ اہلِ بیت میں شرکت

از مفتی گنج ضلع پٹنہ ڈاکخانہ ایکنگر سرائے مرسلہ محمد نواب صاحب قادری و دیگر سکان مفتی گنج ۷، ۲ رمضان شریف ۱۳۱۸ھ۔

یہاں عشرہ محرم میں مجلس مرثیہ خوانی کی ہوتی ہے اور مرثیے صوفیۂ کرام کے پڑھے جاتے ہیں اور سینہ کوبی و بین نہیں ہوتا اور میر مجلس سُنی المذہب ہے ایسی مجلس میں شرکت یا اُس میں مرثیہ خوانی کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جو مجلس ذکر شریف حضرت سیدنا امام حسین و اہلبیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہو جس میں روایاتِ صحیحہ معتبرہ سے اُن کے فضائل و مناقب و مدارج بیان کئے جائیں اور ماتم و تجدیدِ غم وغیرہ اُمور مخالفۂ شرع سے یکسر پاک ہو، فی نفسہٖ حسن و محمود ہے۔ خواہ اُس میں نثر پڑھیں یا نظم اگرچہ وہ نظم بوجہ ایک مسدس ہونے کے جس میں ذکر حضرت سید الشہداء ہے عرف حال میں بنام مرثیہ موسوم ہو کہ اب وہ یہ مرثیہ نہیں جس کی نسبت سے ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن المراثی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

سوال ششم از نواب گنج ۲۰ محرم ۱۳۲۱ھ تعزیہ کے متعلق ۹ سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان صورتوں میں

(۱) ایک شخص کہتا ہے کہ میں تعزیہ کا چڑھا ہوا نہیں کھاتا ہوں حضرت امام حسین کی نیاز کا کھاتا ہوں۔

(۲) ایک شخص کہتا ہے تعزیہ پر کیا منحصر ہے چڑھونا کوئی ہو میں نہیں کھاتا ہوں نیاز کھاتا ہوں۔

(۳) ایک شخص کہتا ہے کہ عشرہ محرم الحرام میں جو کچھ کھانے پینے وغیرہ میں ہوتا ہے دس روز تک تعزیہ کا چڑھا ہوتا ہے۔

(۴) ایک شخص کہتا ہے تعزیہ بُت ہے بہ سبب لگانے صورت کے۔

(۵) ایک شخص کہتا ہے کہ یہ صورت وہ ہے جو بُراق اور حور جنّت میں ہیں۔

(۶) ایک شخص کہتا ہے کہ تعزیہ اور مسجد میں کچھ فرق نہیں بلکہ کہتا ہے کہ مسجد میں کیا ہے وہ اینٹ گارا ہی تو ہے جو وہاں سجدہ کرتے ہو اور تعزیہ میں ابرق کاغذ وغیرہ ہیں۔

(۷) ایک شخص نے کہا کہ بھائی یہ باتیں شرع کی ہیں لکھ کر شرع کے سپرد کرو آپس میں جھگڑا مت کرو۔

(۸) ایک شخص کہتا ہے کہ تم شرع نہیں سمجھتے۔

(۹) ایک شخص نے کہا کہ جس حالت میں تم شرع کو نہیں سمجھتے ہو تو میں تعزیہ کے چڑھونے کو حرام سمجھتا ہوں۔

الجواب: (۱) پہلا شخص اچھی بات کہتا ہے واقعی حضرت امام کے نام کی نیاز کھانی چاہیے اور تعزیہ کا چڑھا ہوا نہ کھانا چاہیے اگر اس کے قول کا یہ مطلب ہے کہ وہ تعزیہ کا چڑھا ہوا اس نیّت سے نہیں کھاتا کہ وہ تعزیہ کا چڑھا ہوا ہے بلکہ اس نیّت سے کھاتا ہے کہ وہ امام کی نیاز ہے تو یہ قول غلط اور بیہودہ ہے۔ تعزیہ پر چڑھانے سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز نہیں ہو جاتی اور اگر نیاز دے کر چڑھائیں یا چڑھا کر نیاز دلائیں تو اس کے کھانے سے احتراز چاہیے اور وہ نیّت کا تفرقہ اُس

کے مفسدہ کو دفع نہ کرے گا۔

مُفسِدہ اُس میں یہ ہے کہ اُس کے کھانے سے جاہلوں کی نظر میں ایک امر ناجائز کی وقعت بڑھانی یا کم از کم اپنے آپ کو اس کے اعتقاد سے مُتّہم کرنا ہے اور دونوں باتیں شَنِیع و مذموم ہیں لہٰذا اُس کے کھانے پینے سے احتراز چاہیے واللہ تعالےٰ اعلم۔

(۲) دوسرے شخص کی بات میں ذرا زیادتی ہے اولیاءِ کرام کے مزارات پر جو شیرینی کھانا لوگ بہ نیت تصدق لے جاتے ہیں اُسے بھی بعض لوگ چڑھونا کہتے ہیں اُس کے کھانے میں فقیر کو اصلاً حرج نہیں۔

(۳) تیسرے شخص نے نیاز اور تعزیہ کے چڑھاوے میں فرق نہ کیا یہ غلط ہے چڑھونا وہی ہے جو تعزیہ پر یا اُس کے پاس لے جا کر سب کے سامنے نذر تعزیہ کی نیت سے رکھا جائے۔ باقی سب کھانے شربت وغیرہ کہ عشرۂ محرم میں بہ نیّت ایصالِ ثواب ہوں وہ چڑھاوا نہیں ہو سکتے۔

(۴) مجسّم تصویر کو بُت کہتے ہیں اس معنی پر وہ تصویریں کہ تعزیہ میں لگائی جاتی ہیں اور مجازاً کل کو بھی کہہ سکتے ہیں اور اگر بُت سے مراد معبودِ مطلق ہو تو یہ سب زیادتی ہے انصاف یہ کوئی جاہل سا جاہل بھی تعزیہ کو معبود نہیں جانتا۔

(۵) اس شخص کا محض یہ افتراء ہے کہاں حور و براق اور کہاں یہ کاغذ پنّی کی مورتیں جس سے کہیں زیادہ خوبصورت کسگروں کے یہاں روز بنتی ہیں اور اگر ہو بھی تو حور و براق کی تصویریں بنانی کب حلال ہیں۔

(۶) یہ شخص صریح گمراہ و بدعقل و بدزبان ہے۔ مسجد کو کوئی سجدہ نہیں کرتا نہ اُس کی حقیقت اینٹ گارا ہے بلکہ وہ زمین کہ نماز و عبادت الٰہی بجالانے کے لیے تمام حقوقِ عباد سے جُدا کر کے اللہ عزوجل کے حکم سے

اُس کی طرف تقریب کے واسطے خاص مِلکِ الٰہی پر چھوڑی گئی اب وہ شعائر اللہ سے ہوگئی اور شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم قال اللہ تعالیٰ ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب اس مجموعۂ بدعات کو اس سے کیا نسبت مگر جہل مرکب سخت مرض ہے والعیاذ باللہ۔

(۷) اس شخص نے اچھا کیا مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ جو بات نہ جانے خود اُس پر کوئی حکم نہ لگائے بلکہ اہلِ شرع سے دریافت کرے قال اللہ تعالیٰ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[1]۔

(۸) اس کے قول کا اگر یہی مطلب ہے کہ تم لوگ بے علم ہو آپس میں بحث نہ کرو اہلِ شرع سے پوچھو تو اچھا کیا اور اگر یہ مراد ہے کہ تعزیہ شرعًا اچھی چیز ہے تم شرع نہیں سمجھتے تو یہ بہت بُرا کہا اور شرع پر افتراء کیا اور اگر یہ مقصود ہو کہ شرع سے تو مذمت صاف ظاہر ہے مگر تم لوگ نہیں سمجھتے تو یہ بھی اچھا کیا۔

(۹) اس کا قول حد سے گذرا ہوا ہے تعزیہ کا چڑھاوا کھانا اُن وجوہ سے جو ہم نے ذکر کیں مکروہ و ناپسند ضرور ہے مگر حرام کہنا غلط ہے فتاوے عالمگیریہ میں ہے اس بکری کو جو ہندو نے اپنے بُت کے نام پر مسلمان سے ذبح کرایا اور مسلمان نے اللہ عزوجل کی تکبیر کہہ کر ذبح کر دی تصریح فرمائی کہ حلال ہے ویکرہ للمسلم مسلمان کے لیے مکروہ ہے جب وہاں صرف کراہت کا حکم ہے تو یہاں تحریم کیونکر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] پس اہلِ علم سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔

سوال ہفتم: مجلس مرثیہ خوانی میں شرکت؟

مسئلہ از اترولی ضلع علی گڑھ محلہ مغلاں مرسلہ اکرام عظیم صاحب ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ مجلس مرثیہ خوانی اہلِ شیعہ میں اہلسنت وجماعت کو شریک وشامل ہونا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: حرام ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من کثر سواد قوم فھو منھم وہ بدزبان ناپاک لوگ اکثر تبرا بک جاتے ہیں اس طرح کہ جاہل سننے والوں کو خبر بھی نہیں ہوتی اور متواتر سنا گیا ہے کہ سنیوں کو جو شربت دیتے ہیں اس میں نجاست ملاتے ہیں اور کچھ نہ ہو تو اپنے یہاں کی قلتیں کا پانی ملاتے ہیں اور کچھ نہ ہو تو وہ روایاتِ موضوعہ وکلمات شنیعہ وماتم حرام سے خالی نہیں ہوتی اور یہ دیکھیں سنیں گے اور منع نہ کرسکیں گے ایسی جگہ جانا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ہشتم: حاجت برآری کے لیے تعزیہ بنانا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ بنانا اور اس پر نذر نیاز کرنا عرائض بامید حاجت برآری لٹکانا اور بہ نیت بدعتِ حسنہ اس کو داخلِ حسنات جاننا اور موافق شریعت ان امور کو اور جو کچھ اس سے پیدا اور یا متعلق ہوں کتنا گناہ ہے اور زید اگر ان باتوں کو جو فی زمانا متعلق تعزیہ داری کے والم داری کے ہیں مُوافقِ مذہب اہلسنّت کے تصور کرے تو وہ کس قسم کے گناہ کا مرتکب ہوا اور اس پر شرع کی تعزیر کیا لازم آتی ہے اور ان اُمُور کے اِرتکاب سے وہ شرک خفی یا جلی میں مبتلا ہے یا نہیں اور اس کی زوجہ اس کے نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں درصورتیکہ وہ امور متذکرہ بالا کو داخل عقیدت اہلسنّت و جماعت بنظر ثواب عمل میں لاتا ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب: افعال مذکورہ جس طرح عوام زمانہ میں رائج ہیں بدعتِ سیئہ و ممنوع و ناجائز ہیں۔ اُنہیں داخل ثواب جاننا اور موافق شریعت مذہب اہلسنّت ماننا اس سے سخت تر وخطائے عقیدہ وجہلِ اشد ہے۔ شرعی تعزیر حاکم شرع سلطان کی رائے پر مُفوّض ہے بااین ہمہ وہ شرک وکفر ہرگز نہیں نہ اس بنا پر عورت نکاح سے باہر ہو عرائض بامید حاجت براری لٹکانا محض با نیّت توسّل ہے جو اس کا جہل ہے کہ اُمُورِ ممنوعہ لائق توسّل نہیں ہوتے۔ باقی حاجت روا بالذات کوئی کلمہ گو حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی نہیں جانتا کہ معاذ اللہ تعالیٰ شرک ہو یہ وہابیہ کا جہل وضلال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقط

ماخذِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ دُرِ مختار ص۳۱۹ مطبوعہ ہاشمی صفحہ ۶۴

۲۔ طحطاوی حاشیہ دُر مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۲۴۴

۳۔ فتاویٰ خلاصہ (قلمی) کتاب الصلوٰۃ فصل ۱۵

۴۔ خزانۃ المفتین قلمی کتاب الصلوٰۃ

۵۔ فتح القدیر شرح ہدایہ مطبع مصر جلد اوّل صفحہ ۲۴۸

۶۔ حاشیہ تبیین العلامۃ احمد الشلبی مطبوعہ مصر جلد اوّل صفحہ ۱۳۵

۷۔ وجیز امام کروری مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۳۱۸

۸۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق مطبوعہ مصر جلد اوّل صفحہ ۱۳۴

۹۔ فتاویٰ عالمگیریہ مطبوعہ مصر جلد اوّل صفحہ ۸۴ جلد ۲ صفحہ ۴۵۵

۱۰۔ بدائع جلد ۳ صفحہ ۲۶۴

۱۱۔ فتاویٰ بزازیہ جلد ۳ صفحہ ۳۱۹

۱۲۔ اشباہ والنظائر قلمی فن ثانی کتاب الیسر

۱۳۔ اتحاف الابصار والبصائر مطبع مصر صفحہ ۱۸۷

۱۴۔ فتاویٰ لقرویہ مطبع مصر جلد اول صفحہ ۲۵

۱۵۔ واقعات المفتین مطبع مصر صفحہ ۱۳

۱۶۔ برجندی شرح نقایہ مطبوعہ لکھنؤ جلد ۴ صفحہ ۲۱

۱۷۔ فتاویٰ ظہیریہ

۱۸۔ بحر الرائق مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۱۳۱

۱۹۔ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مطبوعہ قسطنطنیہ جلد اوّل صفحہ ۱۰۵ جلد ۲ صفحہ ۶۸۹ جلد اوّل صفحہ ۶۱۸۔

۲۰۔ غنیہ شرح منیہ مطبوعہ قسطنطنیہ صفحہ ۵۱۴

۲۱۔ کفایہ شرح ہدایہ مطبع بمبئی جلد اوّل
۲۲۔ مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق مطبع احمدی صفحہ ۳۲
۲۳۔ شرح کنز للملا مسکین مطبع مصر جلد اوّل صفحہ ۲۰۸
۲۴۔ ہامش فتح المعین
۲۵۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح مطبع مصر صفحہ ۱۹۸
۲۶۔ برہان شرح مواہب الرحمٰن
۲۷۔ نظم الفرائد منظومۂ علامہ ابن وہبان مطبوعہ مصر
۲۸۔ ہامش مجیبیہ صفحہ ۴۰ اور نسخہ قدیمیہ قلمیہ مع الشرح فصل من کتاب الیسر
۲۹۔ تیسیر المقاصد شرح وہبانیہ للعلامہ الشرنبلامی قلمی کتاب الیسر
۳۰۔ فتوٰی علامہ نوح آفندی
۳۱۔ مجموعہ شیخ الاسلام عبید اللہ آفندی
۳۲۔ معنی المستفتی عن سوال المفتی
۳۳۔ عقود الدریہ مطبع مصر جلد اوّل صفحہ ۹۲، ۹۳
۳۴۔ انقروی جلد اوّل صفحہ ۲۵
۳۵۔ تنویر الابصار متن درمختار مطبع ہاشمی صفحہ ۳۱۹
۳۶۔ فتاوٰی خیریہ مطبوعہ مصر جلد اوّل صفحہ ۹۴، ۹۵
۳۷۔ ہدایہ مطبع مصطفائی جلد اخیر صفحہ ۵۶۳
۳۸۔ غرر شرح درر مطبع مصر جلد ۲ صفحہ ۳۴۶
۳۹۔ فتاوٰی ہندیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۶۴
۴۰۔ طریقہ محمدیہ شرح حدیقہ ندیہ مطبع مصر جلد اوّل صفحہ ۲۰۷ تا ۲۰۸
۴۱۔ قرآن پاک سورۃ الحجر
۴۲۔ بیضاوی شریف مطبع لکھنؤ صفحہ ۴۲۸
۴۳۔ جلالین شریف

۴۴۔ جمل مطبع مصر جلد ا صفحہ ۵۶۱
۴۵۔ سورۃ حٰمٓ السجدۃ
۴۶۔ تفسیر معالم التنزیل شریف مطبع بمبئی جلد ۴ صفحہ ۳۵
۴۷۔ کشف الاسرار (امام اجل شیخ عبد العزیز بخاری شرح اصول امام ہمام فخر الاسلام بزدوی) مطبوعہ قسطنطنیہ جلد ۳ صفحہ ۸۸، ۸۹
۴۸۔ کتاب اصول الفقہ از امام شمس الائمہ
۴۹۔ شفا شریف صفحہ ۳۶۲ از امام قاضی عیاض مطبع صدیقی صفحہ ۳۶۴
۵۰۔ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مطبع لکھنؤ صفحہ ۶۱۷
۵۱۔ ارشاد الباری شرح صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۱۷۵
۵۲۔ رسالۂ تکملۂ ردِّ روافض (۵۳) رسالۂ اظہار الحق مطبوعہ مطبع صبح صادق سیتاپور ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء (۵۴) عقود از علامہ نوح آفندی و شیخ الاسلام عبد اللہ آفندی و علامہ حامد عمادی آفندی مفتی دمشق الشام و علامہ سید ابن عابدین شامی) جلد اوّل صفحہ ۹۲ (۵۵) شرح فرائد سینہ از علامہ کواکبی (۵۶) تنقیح الحامدیہ از علامہ محمد امین الدین شامی صفحہ ۹۳
۵۷۔ اعلام امام ابن حجر ص ۱۷ (۵۸) فتح المتعال۔ امام تلمسانی
۵۹۔ سر الشہادتین، مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی

کتب شیعہ

۶۰۔ شرائع الاسلام شیخ حلی مطبوعہ کلکتہ مطبع گلدستہ نشاط ۱۲۵۵ھ ص ۳۴
۶۱۔ شرح مدارک (شرح شرائع الاسلام) حضید حی شہید ثانی
۶۲۔ اللمعۃ الدمشقیہ۔ ابو عبد اللہ بن مکی
۶۳۔ من لا یحضرہ الفقیہ (باب الاذان والاقامۃ للموذنین) ابن بابویہ قمی
۶۴۔ کتاب المختلف